


صحت پر انسانی تعلقات کے اثرات کا جائزہ لینا

عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ صحت محض بیماری یا کمزوری نہ ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل طبعی، ذہنی اور سماجی خیر و عافیت کی کیفیت ہے۔ ہمیں اس سے اتفاق ہے۔


اس کتاب میں جگہ جگہ ہم نے صحت و تندرستی کے تعین میں انسانی عنصر کی اہمیت کی جانب توجہ دلائی ہے۔ 'انسانی عنصر' سے ہماری مراد ہے لوگوں کا ایک دوسرے کی مدد کرنا اور نقصان پہنچانا۔ ہم نے دیکھا کہ بیشتر افراد کی بیماریوں کے پیچھے کس طرح غربت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ باب 23 اور 25 میں ہم نے یہ موقف پیش کیا کہ دنیا میں بھوک کی وجہ آبادی کا بڑھنا یا زمین و وسائل کی قلت نہیں بلکہ زمین، وسائل اور فیصلوں کے اختیار کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

صحت کا مطلب ہے خود انحصاری


فرد کے لیے




کنبے کے لیے



گاؤں کے لیے



ملک کے لیے



صحت تکنیکی سے زیادہ سماجی عوامل پر منحصر ہوتی ہے۔ تندرست فرد، خاندان، علاقہ یا قوم ہی خود انحصاری کی حامل ہوتی ہے جو دوسروں کے ساتھ تعاون، دوستی اور برابری کا برتاؤ کر سکتی ہے۔

صحت کارکن کا بنیادی فریضہ

لوگوں کو ان کی صحت اور زندگی پر زیادہ سے زیادہ اختیار دلانا ہے۔ لیکن یہ بات کہنا آسان ہے، کرنا مشکل۔

اس باب میں ہم ان طریقوں کا جائزہ لیں گے جن سے لوگوں کے گروپوں کو ان کی خیر و عافیت کو متاثر کرنے والے سماجی عوامل سے

آگاہی بخشنے اور انہیں اپنے حالات بدلنے اور بہتر بنانے کے لیے اپنی صلاحیت دریافت کرنے میں مدد کی جاسکتی ہے۔ یہاں ہم جو طریقے اور سرگرمیاں بیان کریں گے وہ زیر تربیت صحت کارکنوں کے گروپوں میں مؤثر طور پر استعمال کی جا چکی ہیں۔ یہ طریقے اور سرگرمیاں صحت کارکنوں نے علاقائی گروپوں کو سماجی آگاہی، خود اعتمادی اور باہمی تعاون کے عمل پر آمادہ کرنے کے لیے بھی استعمال کی ہیں۔

پہلے ہم میکسیکو میں استعمال ہونے والے ایک طریقے کا ذکر کریں گے جس کا مقصد گروپوں کو یہ مشاہدہ کرنے میں مدد دینا تھا کہ مختلف

جسمانی اور انسانی عوامل مل کر کس طرح بیماری اور موت کا باعث بنتے ہیں۔ پہلے کوئی کہانی سنائی یا پڑھی جاتی ہے، پھر گروپ سے کہا جاتا ہے کہ وہ "لیکن کیوں...؟" سوال والا کھیل کھیل کر کہانی کا تجزیہ کرے۔

پاکستان میں لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ بنیادی اور ہنگامی صحت کی سہولتیں عوام کا پیدائشی انسانی حق ہیں۔ عوام کا حق ہے کہ یہ سہولتیں انہیں مفت اور بلا معاوضہ حاصل ہوں۔ پاکستانی عوام کو ان حقوق کے حصول کے لیے منظم ہونا چاہیے، اور ہر سیاسی جماعت اور حکومت کے اہل کاروں سے اس بارے میں بات چیت کرنی چاہیے۔

اس کے بعد ہم سماجی آگاہی پیدا کرنے میں مدد دینے کے گروہی مکالموں کا جائزہ لیں گے۔ برازیل کے استاد پاؤلو فریرے کے تعلیمی طریقے پر بحث کریں گے اور جائزہ لیں گے کہ 'مشورہ بخشنے' یا 'آگاہی میں اضافے' کے طریقوں کو دیہات اور مقامی آبادیوں میں صحت و غذائیات کے کام کے لیے کیسے ڈھالا گیا ہے۔

آخر میں ہم آگاہی میں اضافے کے مختلف طریقوں کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیں گے اور مثالیں دیں گے کہ کس طرح لوگوں میں اپنے مسائل اور حقوق کا فہم آنے سے وہ تنظیم اور تبدیلیاں پیدا ہوئیں جو تندرستی کا باعث بنتی ہیں۔

بیماری کے اسباب کا تجزیہ کرنا

مختلف افراد کے پاس بیماری کی مختلف تشریحات ہوتی ہیں۔



بیماری کے اسباب کے بارے میں بحث شروع کرنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ مقامی عقائد پر غور کیا جائے اور ان کا موازنہ ڈاکٹروں، اساتذہ، صفائی ستھرائی کے افسران، سماجی مصلحین اور دیگر کی تشریحات سے کیا جائے۔ (دیکھیں 'جہاں ڈاکٹر نہ ہو' صفحہ 17)۔

جدید طب کی ایک کمزوری یہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ امراض کو ایک ایک سبب کی شکل میں دیکھنے لگے ہیں۔ ڈیٹھ سرٹیکلیٹ پر ڈاکٹر موت کا سبب 'ٹائیفائیڈ' یا 'پولیویاٹی' بی' یا 'خسرہ' لکھتا ہے۔ وہ موت کا سبب کسی ایک مخصوص 'بیماری پیدا کرنے والے عامل' کو سمجھتا ہے، ان بیماریوں کی صورت میں بیکٹیریا یا وائرس۔

لیکن بیماری پیدا کرنے والے کسی عامل سے متاثر ہونے والے تمام افراد بیمار نہیں پڑتے۔ ہم جانتے ہیں کہ ٹائیفائیڈ بیکٹیریا سے متاثر ہونے والے متعدد افراد میں اس مرض کی علامات کبھی نمودار نہیں ہوتیں۔ پولیو وائرس سے متاثرہ 400 بچوں میں سے صرف ایک معذور ہوتا ہے۔ ٹی بی جرثومے کے انفیکشن کی زد میں آنے والے چند ہی افراد کو ٹی بی ہوتی ہے، اور خسرہ جو یورپی بچوں میں معمولی بیماری ہے افریقہ میں بڑا مہلک مرض ہے۔

اگر ہم یہ جائزہ لیں کہ ٹی بی، خسرہ، دست اور نمونیا جیسی بیماریوں سے کون بیمار ہوتا یا مرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ زیادہ تر ناقص غذائیت کا شکار افراد ہیں، یا پھر وہ جو گھٹن اور غلاظت میں رہتے ہیں۔ اس لیے بیماری اور موت کے اسباب کے جائزے میں ہمیں 'بیماری پیدا کرنے والے عامل' کے علاوہ 'ناقص غذا' یا 'ناقص صفائی' کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے۔ لیکن لوگ عموماً اپنی مرضی سے ناقص غذا نہیں کھاتے، نہ ہی اپنی مرضی سے گندی جگہوں پر رہتے ہیں۔ اس لیے بیشتر بیماریوں کے داخلی اسباب میں غربت کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ اسی طرح غربت کے اسباب کو بھی شامل کرنا چاہیے۔

بیماری عام طور پر کئی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے۔

صحت کارکنوں کو لازماً بیماری اور متعلقہ مسائل کا ان کے مختلف اسباب کی روشنی میں لینا چاہیے: طبی، جسمانی اور انسانی اسباب۔

مندرجہ ذیل 'لوئیس کی کہانی' میکسیکو (اور وسطی امریکا، افریقہ اور فلپائن) میں صحت کارکنوں کو ایک بچے کی موت کے پیچیدہ اسباب کا تجزیہ کرنے میں مدد دینے کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ اپنے گروپ کو کہانی سنائیں یا طلبہ سے کہیں کہ وہ باری باری بلند آواز سے پڑھیں، ایک وقت میں ایک پیراگراف۔ ہر ایک سے کہیں کہ غور سے سنے اور ان تمام اسباب کے بارے میں سوچے جو بچے کی موت کا باعث بنے ہوں گے۔

نوٹ: آپ چاہیں تو اپنے علاقے کی کوئی کہانی استعمال کر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے آپ کے طلبہ کسی جاننے والے کی موت کا سبب بننے والے واقعات کا تجزیہ کر سکیں۔

لوئیس کی کہانی

ٹینیس سے مرنے والے سات سالہ بچے لوئیس پر غور کریں۔ لوئیس ایک چھوٹے سے گاؤں پلائمر میں اپنے کنبے کے ساتھ رہتا تھا۔ شہر سان اگنیشیو سے ایک طرف کچا راستہ جاتا تھا جس پر 11 کلومیٹر چلنے پر یہ گاؤں آتا تھا۔ سان اگنیشیو میں ایک صحت مرکز ہے جس میں ایک ڈاکٹر اور کئی نرسیں ہیں۔ صحت مرکز ٹیکوں کا ایک پروگرام چلاتا ہے اور اس کے پاس ایک جیپ ہے۔ لیکن ٹیکوں کے پروگرام کی پہنچ قریبی دیہات تک کبھی بکھار ہی ہوتی ہے۔ ایک سال صحت ٹیم نے پلائمر میں ٹیکے لگانے شروع کیے لیکن پہلا ٹیکا لگانے کے بعد ٹیم چلی گئی اور واپس نہ آئی، شاید اس لیے کہ بہت سے والدین اور بچوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ٹیم مایوس ہو گئی۔ پھر یہ مسئلہ بھی تھا پلائمر تک جو راستہ جاتا تھا وہ بہت گرد آلود اور گرم تھا۔

جب صحت مرکز کا عملہ پلائمر واپس نہ آیا تو گاؤں کی ایک ڈوائف سان اگنیشیو گئی اور ٹیکے گاؤں لے جا کر کورس پورا کرنے کی پیکش کی۔ اس نے بتایا کہ اسے ٹیکے لگانے آتے ہیں لیکن ڈاکٹر نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ اگر ٹیکے باقاعدہ تربیت یافتہ افراد نہ لگائیں تو بچوں کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔



تین سال بعد لوئیس نے کھانے کی ایک باٹلی لی اور مویشیوں کے باڑے میں چلا گیا۔ راستے میں اس کے پیر میں کانٹا چبھ گیا۔ عام طور پر لوئیس چپل پہنے ہوتا تھا لیکن تین دن پہلے چپل ٹوٹ گئی تھی اور اتنی خستہ تھی کہ اس کی مرمت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا باپ کھیت مزدور تھا اور اسے اپنی کاشت کی ہوئی آدھی مکئی کرائے کے طور پر دینی ہوتی تھی۔ وہ اتنا غریب تھا کہ اپنے بیٹے کے لیے نئی چپل نہیں خرید سکتا تھا۔ اس لیے لوئیس ننگے پیر تھا۔ اس نے پیر سے کانٹا نکالا اور لنگڑاتا ہوا گھر واپس چلا گیا۔

نودن بعد لوئیس کے پیروں کے عضلات سخت ہو گئے اور اسے منہ کھولنے میں مشکل پیش آنے لگی۔ اگلے دن وہ تشنج میں مبتلا ہو گیا جس میں اس کے جسم کے تمام عضلات سخت ہو گئے اور پیٹھ اور گردن پیچھے مڑ گئی۔

گاؤں کی ڈوائف نے پہلے اس کی بیماری کیو کی تشخیص (جہاں ڈاکٹر نہ ہو، صفحہ 23) اور ہر بل چائے پینے کا مشورہ دیا۔ لیکن جب تشنج بہت بڑھ گیا تو اس نے تجویز دی کہ لوئیس کے والدین اسے سان اگنیشیو کے صحت مرکز میں لے جائیں۔

میری دی ہوئی چائے سے لوئیس کی حالت بہتر نہیں ہو رہی ہے۔ اسے صحت مرکز لے جاؤ!

لوئیس کے گھر والوں نے ٹرک میں سان اگنیشیو لے جانے کے لیے پلائمر کے ایک بڑے زمیندار کو رقم دی۔ انہوں نے ادھار لے کر 500 پیسوا اکٹھے کر لیے تھے لیکن زمیندار نے ان سے 300 پیسوا وصول کیے۔ یہ عام نرخ سے کہیں زیادہ تھا۔

سان اگنیشیو میں لوئیس اور اس کے گھر والوں نے صحت مرکز کے ویٹنگ روم میں دو گھنٹے انتظار کیا۔ جب باری آئی تو ڈاکٹر نے فوری طور پر ٹینیس تشخیص کیا۔ اس نے سمجھایا کہ لوئیس شدید خطرے میں ہے اور اسے ٹینیس اینٹی ٹوکسن انجکشنوں کی ضرورت ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ انجکشن بہت مہنگے ہیں



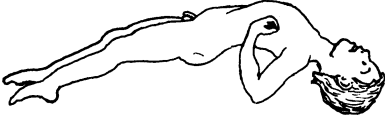
اور ویسے بھی اس کے پاس موجود نہیں ہیں۔ اسے لوئیس کو سو کلومیٹر دور شہر مزائلن لے جانے پڑے گا۔

والدین مایوس ہو گئے۔ ان کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہ بس کا کرایہ ادا کر کے مزائلن جاسکتے۔ اگر بچہ مر گیا تو وہ اس کی میت پلائمر میں خاندان کے قبرستان تک واپس کیسے لائیں گے؟

چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا، اس کی معمولی فیس ادا کی اور سہ پہر کی بس پکڑ کر واپس پلائمر آ گئے۔ دو دن بعد شدید تکلیف برداشت کر کے لوئیس مر گیا۔

لوئیس کی موت کا سبب کیا تھا؟ کہانی پڑھنے یا سنانے کے بعد بحث شروع کرنے کے لیے یہ اہم

سوال ہے۔ کئی طریقوں سے اس سوال پر بات کی جاسکتی ہے۔ ایک امکان یہ ہے:



سوال کا کھیل: ”لیکن کیوں...؟“

طلبہ کو لوئیس کی موت کا باعث بننے والے اسباب کا پیچیدہ سلسلہ سمجھانے کے لیے

”لیکن کیوں...؟“ کا کھیل کھیلیں۔ اس کھیل میں ہر ایک مختلف اسباب کی نشاندہی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر جواب پر سوال کیا جاتا ہے ”لیکن کیوں...؟“ اس طرح ہر ایک مختلف اسباب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر گروپ کچھ مخصوص اسباب کا جائزہ لیتا ہے لیکن کچھ اور اسباب بھی ہیں تو بحث کی رہنمائی کرنے والے کو پچھلے سوالات کی طرف جانا پڑے گا اور ان کو الفاظ بدل کر دہرا تا کہ گروپ مزید اسباب کا جائزہ لے سکے۔

لوئیس کی کہانی کے لیے ”لیکن کیوں...؟“ سوال کا کھیل کچھ اس طرح آگے بڑھ سکتا ہے:

- س: لوئیس کی بیماری کا سبب کیا تھا؟
 ج: ٹینٹس۔ ٹینٹس۔ بیکٹیریم۔
 س: لیکن ٹینٹس کے بیکٹیریا نے لوئیس ہی پر کیوں حملہ کیا، کسی اور پر کیوں نہیں؟
 ج: کیونکہ اس کے پاؤں میں کاٹنا چھڑ گیا تھا؟
 س: لیکن ایسا کیوں ہوا؟
 ج: کیونکہ وہ ننگے پیر تھا۔
 س: لیکن وہ ننگے پیر کیوں تھا؟
 ج: کیونکہ وہ چپل پہنے ہوئے نہیں تھا۔
 س: لیکن کیوں نہیں پہنے تھا؟
 ج: کیونکہ چپل ٹوٹ گئی تھی اور اس کا باپ غریب تھا، نئی چپل نہیں خرید سکتا تھا۔
 س: لیکن اس کا باپ اتنا غریب کیوں ہے؟
 ج: کیونکہ وہ کھیت مزدور ہے۔
 س: لیکن اس وجہ سے وہ غریب کیوں ہے؟
 ج: کیونکہ اسے اپنی آدھی فصل زمیندار کو دینی پڑتی ہے۔
 س: لیکن کیوں؟
 ج: (اس پر لمبی بحث چھڑ سکتی ہے جس کا تعلق آپ کے مخصوص علاقے کے حالات سے ہوگا۔)
 س: ایک منٹ کے لیے پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔ کوئی اور وجہ بتائیں۔
 ٹینٹس بیکٹیریا نے لوئیس پر حملہ کیوں کیا، کسی اور پر کیوں نہیں؟
 ج: کیونکہ اسے ٹیکا نہیں لگا تھا۔
 س: لیکن اسے ٹیکا کیوں نہیں لگا تھا۔
 ج: کیونکہ شہر سے آنے والی ٹیم نے گاؤں میں صحیح طور پر ٹیکے نہیں لگائے تھے۔
 س: لیکن گاؤں میں صحیح طور پر ٹیکے کیوں نہیں لگائے گئے تھے؟
 ج: کیونکہ گاؤں کے لوگوں نے ٹیم سے تعاون نہیں کیا تھا۔
 س: اور کوئی وجہ؟
 ج: ڈاکٹر نے مدوائف کو ٹیکے دینے سے انکار کر دیا تھا۔
 س: لیکن اس نے انکار کیوں کیا؟
 ج: کیونکہ اسے مدوائف پر اعتماد نہیں تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس سے

پاکستان میں بھی ٹینٹس سے مرنے والوں کی شرح تشویشناک حد تک زیادہ ہے۔ ہمارے شہروں، گاؤں اور دیہاتوں میں لوگ اس بیماری اور غربت کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بیماری کے حیاتیاتی، طبعی اور سماجی اسباب

اس طرح کی علامات جو آپ کے علاقے سے مناسبت رکھتی ہوں لوگوں کو مختلف گروپوں کو سمجھنے اور یاد رکھنے میں مدد دیں گی۔



خراب صحت کے اسباب کا تجزیہ اور ان کے باہم تعلق کو سمجھنے کے لیے انہیں اس طرح گروپوں میں تقسیم کرنا مفید ہو سکتا ہے:



• حیاتیاتی: زندہ جسم سے پیدا ہونے والے، جیسے دائرس، بیکٹیریم، پیراسائٹ، فنگس۔

• طبعی: طبعی ماحول کے کسی پہلو سے پیدا ہونے والے، جیسے کانٹا، پانی کی کمی، گھٹن زدہ حالات میں رہنا۔



• سماجی: انسانی عوامل سے پیدا ہونے والے، یعنی لوگوں کے ایک دوسرے سے تعلق اور برتاؤ

سے۔ یہ سماجی اسباب مزید تین ذیلی گروپوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

– ثقافتی: جن کا تعلق لوگوں کے رویوں، رواجوں، عقائد اور تعلیم (یا تعلیم کے فقدان) سے ہو۔

– معاشی: جن کا تعلق پیسے، زمین اور وسائل سے ہو۔ کس کے پاس یہ چیزیں ہیں اور کس کے پاس نہیں۔

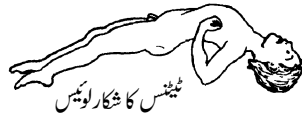
– سیاسی: جن کا تعلق اقتدار سے ہو۔ کون کس پر اختیار رکھتا ہے اور کیسے۔

بحث میں شامل گروپ کے ارکان سے کہیں کہ کسی بیماری کے مختلف اسباب کالموں کی صورت میں حیاتیاتی، طبعی اور

سماجی کی سرخیاں ڈال کر لکھیں۔ مثال کے طور پر:



لوئیس کی موت کے اسباب		حیاتیاتی	طبعی	سماجی
1- ٹینٹس بیکٹیریا	1- کانٹا چھ گیا	1- باپ غریب تھا، چپل نہیں خرید سکتا تھا	1- کانٹا چھ گیا	1- باپ غریب تھا، چپل نہیں خرید سکتا تھا
2- گاؤں میں ٹیکے نہ ہونا	2- چپل نہیں پہنی تھی	2- باپ آدھی فصل زمیندار کو دیتا تھا	2- چپل نہیں پہنی تھی	2- باپ آدھی فصل زمیندار کو دیتا تھا
3- صحت مرکز میں ٹینٹس کی اینٹی ٹوکسن نہ ہونا	3- صحت مرکز اور شہر کا فاصلہ	3- صحت ٹیم نے گاؤں سے غفلت برتی	3- صحت مرکز اور شہر کا فاصلہ	3- صحت ٹیم نے گاؤں سے غفلت برتی
	4- گرد آلود اور گرم راستہ	4- ڈاکٹر نے مدوائف کو ٹیکے نہیں گانے دیے۔	4- گرد آلود اور گرم راستہ	4- ڈاکٹر نے مدوائف کو ٹیکے نہیں گانے دیے۔



جب طلبہ یہ فہرست بنائیں گے تو جلد ہی محسوس کر لیں گے کہ حیاتیاتی اور طبعی اسباب کے مقابلے میں سماجی اسباب عام طور پر پس پشت موجود ہوتے ہیں اور یہ کہیں زیادہ ہیں۔ بہت ضروری ہے کہ گروپ ان سماجی اسباب کو پہچانے اور ان پر تبادلہ خیال کرے کیونکہ...

• سماجی اسباب اکثر پیشہ ور ماہرین اور حکام نظر انداز یا فراموش کر دیتے ہیں، اور

• غریبوں کی صحت میں پائیدار بہتری اسی وقت ہو سکتی ہے جب بیماری کے پس پشت موجود سماجی اسباب دور کر دیے جائیں۔

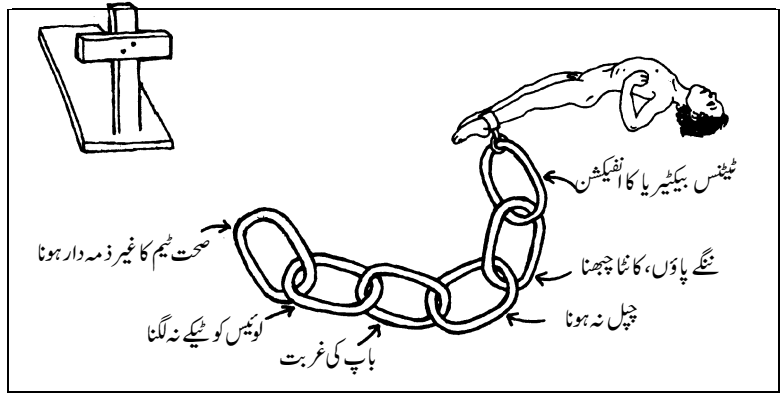
اسباب کا سلسلہ

گروپ کو بیماری اور موت کی طرف لے جانے والے اسباب کے سلسلے یا جال کے بارے میں سمجھانے کے لیے ایک اصل سلسلہ یا زنجیر بنائی جاسکتی ہے۔ جب بھی کسی نئے سبب کا ذکر آئے زنجیر میں ایک کڑی کا اضافہ کر دیا جائے۔

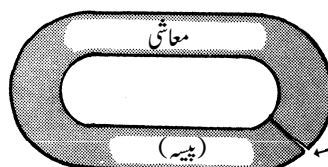
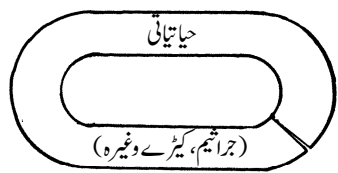
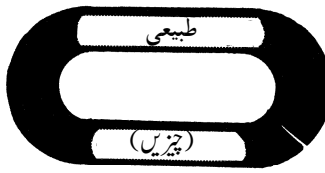
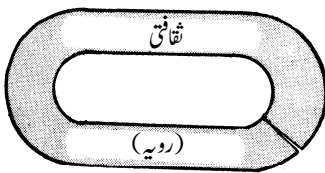
یہ زنجیر بلیک بورڈ پر یا کاغذ کی بڑی سی شیٹ پر بنائیں یا پھر گتے کی کڑیاں اور لوہیں اور ایک قبر کی تصویریں کاٹ لیں۔ یہ چیزیں دیوار پر لٹکانیں یا فلینٹل بورڈ پر لگا دیں۔

لوہیں کو ٹینس سے موت کی طرف لے جانے والی اسباب کی زنجیر، کچھ اس طرح شروع ہو سکتی ہے:

قبر یا موت کی وہ علامت استعمال کریں جو آپ کے علاقے میں بھیجی جاتی ہو۔



پانچ مختلف اسباب کو ظاہر کرنے کے لیے آپ پانچ مختلف رنگوں کی کڑیاں استعمال کر سکتے ہیں۔ طلبہ گتے یا فلینٹل بورڈ کی کڑیاں تیار کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

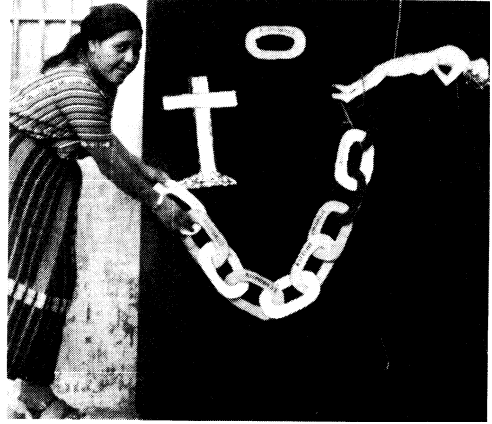
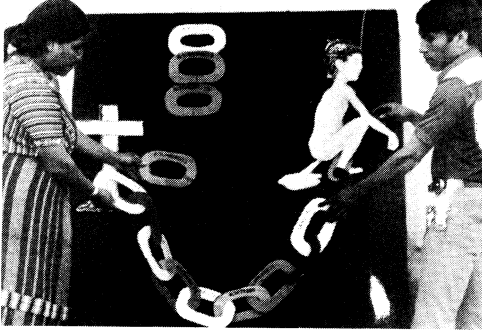


کڑیوں کو اس طرح کاٹیں تاکہ وہ آپس میں جڑ جائیں۔

گروپ کے ارکان ”لیکن کیوں...؟“ کھیل کھیلتے ہوئے یا بعد میں جائزہ لیتے وقت اسباب کی زنجیر بنا سکتے ہیں۔ ہر طالب علم یا طالبہ کو چند کڑیاں دیں۔ پھر ہر بار جب کسی نئے سبب کا ذکر کیا جائے ہر ایک یہ غور کرے کہ یہ سبب کون سا ہے، حیاتیاتی، طبیعی، ثقافتی، معاشی یا سیاسی۔ جس کے پاس بھی کسی خاص سبب کی صحیح کڑی موجود ہو وہ آگے آئے اور زنجیر میں لگا دے۔

زنجیر میں کڑیوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور پھر وہ قبر تک پہنچ جاتی ہے۔

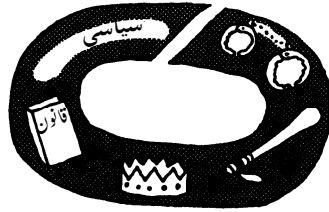
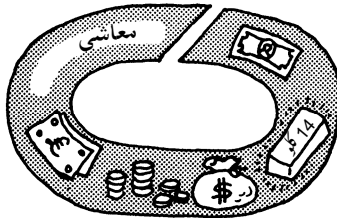
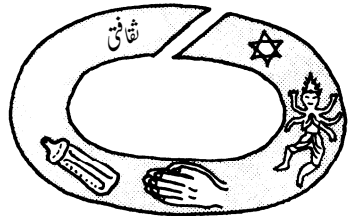
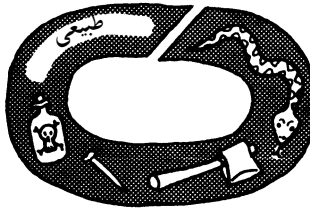
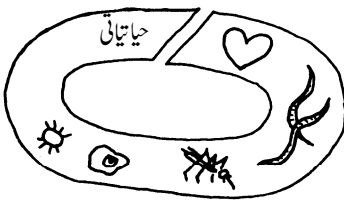
اس تصویر میں طلبہ نے 'اسباب کی زنجیر' بنائی ہے جو لوئیس کو موت کی طرف لے گئے۔



یہاں طلبہ دستوں سے مرنے والے ایک بچے کی کہانی پر مبنی زنجیر بنا رہے ہیں۔

یہ تدریسی سامان تربیتی کورس کی ابتدا کے لیے فائدہ مند ہے۔ ان سے صحت کے مسائل کے اسباب اور ان کے باہمی تعلق کے بارے میں صحت کارکنوں کی آگاہی میں اضافہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تاہم یہ سامان صحت کارکن گروپوں کو اپنی مقامی آبادیوں میں تعلیم دینے میں بھی مدد دے سکتا ہے۔

جب آپ ایسے افراد کے ساتھ جو پڑھنا نہیں جانتے 'اسباب کی زنجیر' کا کھیل کھیل رہے ہوں تو زنجیر کی کڑیوں پر الفاظ کی بجائے (یا الفاظ کے ساتھ) مقامی علامات کا استعمال کریں۔ وہ علامات استعمال کریں جو آپ کے علاقے کے لوگ سمجھتے ہوں۔



نوٹ: 'حیاتیاتی'، 'طبعی' اور 'سماجی' جیسے بڑے بڑے الفاظ استعمال نہ ہی کریں تو بہتر ہوگا۔ آسان اصطلاحات استعمال کریں جو لوگ پہلے ہی استعمال کر رہے ہوں۔ مثال کے طور پر ثقافتی، معاشی اور سیاسی کی جگہ آپ عقائد، پیسے اور طاقت سے متعلق اسباب کا ذکر کر سکتے ہیں۔

لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟

لوئیس کی موت کے اسباب کا تجزیہ کرنے کے بعد اگلا مرحلہ سوال پوچھنے کا ہے: ”ہم کیا کر سکتے ہیں؟“ لوگوں کے لیے اکثر اس صورت میں کھل کر امکانات کے بارے میں سوچنا اور بات چیت کرنا آسان ہوتا ہے جب وہ پہلے یہ غور کریں کہ دوسرے افراد کیا کریں گے۔ اس لیے پوچھیں:

”لوئیس جیسے دوسرے بچوں کو موت سے بچانے کے لیے پلانٹر کے ملین کیا کر سکتے تھے؟“ بحث میں شامل گروپ کے ارکان بہت سی تجاویز دے سکتے ہیں جن میں سے کچھ زیادہ حقیقت پسندانہ ہوں گی، کچھ کم۔



”مقامی آبادی منظم ہو کر اس بات پر زور دے کہ صحت مرکز سے زسیں آ کر بچوں کو ٹیکے لگائیں۔“
 ”شہر میں غریب کنیوں کے علاج کے لیے ہنگامی فنڈ جمع کرنے کے لیے لاٹریاں اور رقص و موسیقی کے تماشے منعقد کیے جائیں۔“



”گاؤں کے کسی فرد کو صحت کارکن کی تربیت دینے کا بندوبست کیا جائے۔“

”ایک کوآپریٹو ادارہ قائم کیا جائے تاکہ لوگوں کو غذا پر اتنا خرچ نہ کرنا پڑے اور وہ چپل اور دوسری بنیادی ضروریات پوری نہ کر سکیں۔“



”کوشش کی جائے کہ حکام بڑی اراضی کی نئے سرے سے تقسیم کے قوانین نافذ کریں۔“



”غریب کسانوں کو منظم کر کے اس زمین پر قبضہ کیا جائے جس پر وہ کھیت مزدور کے طور پر کام کرتے ہیں۔“
 ”چھوٹے کسانوں کے گروپوں کو قرضے دینے کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ اس زمین کو خرید سکیں جس پر بطور کھیت مزدور کام کرتے ہیں۔“



”غریب کسانوں اور کارکنوں کی تنظیموں سے متحد ہو کر کھیت مزدوری اور غربت کے دوسرے اسباب ختم کرنے کے لیے تبدیلیاں لائی جائیں۔“

یہ تمام وہ تجاویز ہیں جو لاطینی امریکا میں بحث کرنے والے گروپوں میں شامل دیہات کے افراد نے دی ہیں۔ لیکن یہ محض تجاویز نہیں ہیں۔ ہم ایسے مقامی پروگراموں اور صحت کارکنوں سے واقف ہیں جو ان پر کام کر رہے ہیں!

اس میں کوئی شک نہیں کہ مختلف علاقوں اور حالات سے تعلق رکھنے والے لوگ مندرجہ بالا فہرست سے مختلف خیالات رکھتے ہوں گے۔ لوگوں کی تجاویز اور ان پر عمل کرنے کے طریقوں کا انحصار مقامی عوامل پر ہوگا۔



بعض علاقوں میں دیہات کے لوگ بہت سی تجاویز دینے پر تیار نہیں ہوں گے یا ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ”مہذبانہ“ تجاویز دیں، جیسے ”زسوں سے بات کریں۔ شاید وہ بچوں کو ٹیکے لگانے کے لیے آنے پر تیار ہوں!“، کوئی بھی تجویز جس میں غریبوں کو منظم ہونے، اپنے حقوق پر اصرار کرنے یا طاقتور افراد کی زیادتی کے خلاف مزاحمت کرنے پر زور دیا جا رہا ہو، انہیں عجیب یا خوفناک معلوم ہوگی۔

حتیٰ کہ ان علاقوں میں بھی جہاں زیادہ سے زیادہ لوگوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے، زیادہ تر غریب ابھی تک محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے حالات بدلنے کے لیے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔



اس وجہ سے بیشتر علاقائی پروگراموں میں تنقیدی آگاہی پیدا کرنے کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ خصوصی تعلیمی طریقوں اور 'گروہی مکالموں' کے ذریعے ان پروگراموں میں لوگوں کی مدد کی جاتی ہے کہ وہ اپنے حالات کا زیادہ قریب سے جائزہ لیں، انہیں بدلنے کے امکانات کو سمجھیں اور مثبت و باہمی تعاون پر مبنی اقدامات کرنے کے لیے خود اعتمادی حاصل کریں۔ سماجی اور خود آگاہی پیدا کرنے کا یہ عمل اس باب کا مرکزی خیال ہے۔

سماجی تبدیلی، جس کے ذریعے غریب اپنی خیر و عافیت پر اثر انداز ہونے والے حالات پر زیادہ اختیار حاصل کر سکیں، "سب کے لیے تندرستی" کی کلید ہے۔

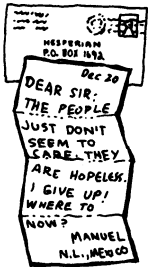


لوگوں کو اپنے حالات بدلنے پر آمادہ کرنے میں حائل مشکلات

اکثر صحت کارکن جب تربیت کے بعد گاؤں واپس پہنچتے ہیں تو لوگوں کو علاقائی کاموں میں شامل کرنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ لیکن بیشتر صحت کارکن جلد ہی حوصلہ ہار دیتے ہیں۔

ہمیں حال ہی میں ایک نوجوان کا خط ملا جس نے نیووولون، میکسیکو کے ایک علاقائی پروگرام میں "پیدل ڈاکٹر" کی تربیت لی تھی۔ اس کی تربیت میں سیاسی مسائل پر بہت زور دیا گیا تھا اور نوجوان کے اندر منصفانہ اور زیادہ صحت مند سماجی نظام کی تشکیل کے لیے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا تھا۔ اپنے خط میں اس نے اپنے گاؤں واپس جانے کے چھ ماہ بعد اپنی مایوسی اور احساس ناکامی کے بارے میں لکھا:

"گلتا ہے لوگوں کو پروا ہی نہیں!" اس نے افسوس کا اظہار کیا۔ "میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ دوسرے علاقوں میں کھیت مزدوروں نے مل کر کوآپریٹو ادارے قائم کر لیے ہیں، وہ زمین جو قانوناً انہی کی تھی اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے قدم اٹھایا ہے اور بدعنوان مقامی اہلکاروں کی جگہ ایسے افراد کو لے آئے ہیں جو ان کے مفادات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لیکن وہ صرف اپنے کندھے اچکا کر رہ جاتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ حکام، دکاندار، زمیندار اور مہاجن ان کا استحصال کرتے ہیں۔ گاؤں کے اجتماع میں کوئی بھی منہ کھولنے کو تیار نہیں ہوتا، نہ ہی اس سلسلے میں انگلی ہلانے پر آمادہ ہے۔ کوئی بھی مستقبل کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کسی کو پروا تک نہیں۔ جب معاملات بہت خراب ہو جاتے ہیں تو مل کر مسائل حل کرنے کے بجائے مرد شراب پی کر اپنی بیوی یا بچوں کو سپٹے لگتے ہیں۔ میرے گاؤں کے لوگ کچھ نہیں کر سکتے! میں باز آیا!"



پھر اس نے پوچھا کہ آیا ہم کوئی اور گاؤں تجویز کر سکتے ہیں جہاں وہ کام کر سکے اور جہاں لوگ اپنے مسائل حل کرنے پر رضامند ہوں۔

ہم نے نوجوان صحت کارکن کو جواب میں لکھا کہ اگر ایسی کوئی مقامی آبادی وجود رکھتی ہے تو غالباً وہ پہلے ہی سماجی تبدیلی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ کسی بیرونی فرد کی مدد کے بغیر ہی اچھے ہیں۔ ہم نے اسے ترغیب دی کہ اپنے ہی گاؤں میں کام جاری رکھے اور لوگوں کی زندگی بدلنے کی خاطر ان میں بیداری پیدا کرنے کے لیے نئے طریقے تلاش کرتا رہے۔

ہم نے اسے بتایا کہ ہم نے جو دیہی صحت ٹیم قائم کرنے میں مدد دی تھی وہ 16 سال سے غریب کسانوں کو ان کے دیہات میں متحد ہو کر مقامی حکام اور زمینداروں کی زیادتیوں کے خلاف جدوجہد پر تیار کرتی رہی ہے۔ لیکن اگر تھوڑی بہت تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے تو صرف پچھلے تین چار سال میں ہی ہوئی ہے۔

جو افراد سماجی تبدیلی کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں انہیں بہت زیادہ ہمت، محبت اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تبدیلی لوگوں کی اپنی خود اعتمادی اور باہمی تعاون سے مشروط ہے۔

صحت کے حوالے سے جن لوگوں کی ضروریات سب سے زیادہ ہوتی ہیں بد قسمتی سے وہ اکثر اپنے بارے میں اور اپنی صلاحیتوں کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے ہیں۔ یہ دیہات اور شہروں کے گندے علاقوں کے رہنے والے غریب ہی ہیں جو کتنی بھی محنت کر لیں بظاہر ترقی کرتے دکھائی نہیں دیتے۔ ان کی زندگی کو متاثر کرنے والے زیادہ تر فیصلے دوسرے کرتے ہیں، جو زمین، اجرتوں، کرایوں، نرخوں اور قوانین پر اختیارات رکھتے ہیں۔ چونکہ غریبوں کو اپنے کنبے کی مناسب دیکھ بھال کے لیے کافی زمین یا اجرت نہیں دی جاتی اس لیے وہ اکثر بھوکے اور مقروض ہوتے ہیں۔ اپنی تندرستی اور بقا کے لیے وہ مدد اور باختیار افراد کی 'ہینکی' کے محتاج ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ سیکھ جاتے ہیں کہ خاموشی سے سوال کیے بغیر عذاب بھگتتے رہنا محفوظ ترین طریقہ ہے۔ حتیٰ کہ غصہ کرنا بھی دانشمندی نہیں۔



آخر وہ وقت آتا ہے جب سب سے نچلے طبقے کے لوگ خود کو اسی انداز میں دیکھنے لگتے ہیں جیسے امیر لوگ خود کو دیکھتے ہیں یعنی بے کار اور ست۔ وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ کوئی نئی چیز نہیں سیکھ سکتے نہ ہی اپنی ضروریات سے موزوں طور پر نمٹ سکتے ہیں۔ ان کے پاس اپنی تقدیر کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا؟ وہ احتجاج کے بغیر استحصالی برداشت کرتے ہیں۔ اپنے لیے فیصلے کرنے والوں کی فرمانبرداری سے تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ جب اپنی روزمرہ زندگی کے بوجھ کو عارضی طور پر بھولنے کا کوئی موقع میسر آتا ہے تو بالکل لالہ ابالی پن اور بے پروائی سے لطف اٹھاتے ہیں۔



جوسماجی نظام میں ہمیشہ سے سب سے نیچے رہے ہوں وہ ان ذمہ داروں سے ڈرنے بھی لگتے ہیں جس کا تقاضا برابری، سماجی انصاف اور ذاتی آزادی کرتی ہے۔ بچپن سے انہیں سکھایا گیا ہوتا ہے کہ سماجی نظام کی موجودہ حالت کا دفاع کرنا ہے اور وہ ان 'شری' عناصر کے بارے میں شکوک کا شکار ہوتے ہیں جو اس حالت کو بدلنا چاہیں۔ اس وجہ سے ممکن ہے کہ جو صحت کارکن اپنی مقامی آبادی میں غیر منصفانہ اور غیر صحت مندانہ حالات کے خلاف بولتا ہے وہ اپنی مخالفت میں انہی لوگوں کو سرگرم پائے جن کے مفادات کے لیے وہ کام کر رہا ہے!

تبدیلی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تصور ہے کہ تبدیلی ناممکن ہے۔ تبدیلی کے لیے کام کرنے کے لیے اہم ترین نقطہ آغاز وہ لمحہ ہے جب لوگ کسی ایسی چیز کو بدلنے میں کچھ کامیابی حاصل کر لیں جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی، چاہے یہ کامیابی کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ صفحہ 26-36 سے 26-38 تک ہم نے ایسی کامیابیوں کی کچھ مثالیں دی ہیں۔

لوگ جس حالت میں ہیں، وہاں سے ابتدا کرنے اور آگے کام کرنے کی ضرورت



اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ ہم میں سے جو لوگ سماجی تبدیلی لانے کا عزم کرتے ہیں ان کا سر بادلوں میں ہوتا ہے۔ اس دن کے خواب دیکھتے ہیں جب ہمارا ملک، بلکہ دنیا ایک ایسی جگہ بن جائے گی جہاں...

- تمام لوگوں کو برابر سمجھا جائے گا
- سب لوگوں کو کام کرنے کے ایک جیسے مواقع حاصل ہوں گے
- تمام لوگوں کو زمین کی فراہم کردہ نعمتوں میں منصفانہ حصہ لینے کا حق ہوگا، اور
- چند افراد کا اکثریت پر اختیار ہوگا نہ وہ اس کا استحصال کر سکیں گے۔

ایسے سہانے خوابوں کا اپنا مقام ہے۔ ان کی وجہ سے ہم میں سے کچھ افراد میں دور رس نظر اور سمت کا شعور پیدا ہوتا ہے جس کی مدد سے ہم اپنا راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔

لیکن ہم میں وہ لوگ جن کے پاس کاشت کرنے کے لیے کافی زمین نہیں یا جنہیں یہ فکر رہتی ہے کہ بچوں کو کیا کھلائیں، ان کے خواب اتنے اونچے نہیں ہوتے۔ انہیں اکثر قومی یا بین الاقوامی امور کی اتنی پروا نہیں ہوتی، حتیٰ کہ ان امور کی بھی جو ان کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ انہیں آج اور ابھی کی فکر ہوتی ہے: ”میرا گاؤں، میرے بچے، میری اپنے پیاروں کو زندہ رکھنے کی جدوجہد“۔ اس لمحے کی زندگی اتنی غیر یقینی ہے کہ اس بات کی پروا انہیں کی جاسکتی کہ بہت دور یا مستقبل بعید میں کیا ہونے والا ہے۔ ان کا مسئلہ سماجی انصاف، کا کوئی موہوم خواب نہیں۔ ان کا مسئلہ ہے اپنے کنبے کو کھلانا اور اس کی دیکھ بھال کرنا۔



بھاڑ میں جائے ”سماجی انصاف“! مجھے اصل فکر یہ ہے کہ میں صبح سے شام تک کام کرتا ہوں لیکن پھر بھی اپنے بچوں کو پیٹ بھر کر نہیں کھلا سکتا۔



بحث کے رہنما بعض اوقات ابلاغ میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ وہ بہت عام سے یا نامانوس الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کوشش کریں کہ لوگوں کے مخصوص اور فوری مسائل کے بارے میں مانوس اور روزمرہ کی زبان میں بحث چھیڑی جائے۔

صحت کارکن تہیجی مؤثر ہو سکتا ہے جب وہ لوگوں کے روزمرہ کے مسائل سے آغاز کرے اور وہیں سے کام کرنا شروع کرے۔ جب لوگ اپنے کچھ فوری مسائل حل کر لیں گے تو انہیں آگے دیکھنے کا بھی حوصلہ ملے گا۔ وقت آنے پر وہ قومی یا بین الاقوامی سطح کی ان چیزوں کے بارے میں بھی سوچیں گے جو ان کی زندگی کو متاثر کرتی ہیں۔ لیکن ابتدا وہاں سے کریں جہاں لوگ ہیں!

آگاہی کی مختلف سطحوں یا مرحلے

ایسا کیوں ہے کہ اتنے سارے لوگ اپنے حالات بدلنے یا بہتر بنانے کی ”پروا ہی نہیں کرتے“؟

میں لوگوں کو ان کے امکانات سے آگاہ ہونے میں مدد دینے کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟



صحت کارکنوں کو ان سوالوں کو جواب دینے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ’آگاہی کے مراحل‘ پر بحث کرنا فائدہ مند ہو سکتا ہے جو ذیل میں دیے گئے ہیں۔ یہ مراحل برازیل کے استاد پاؤ لوفریے کے خیالات پر مبنی ہیں۔ ’ناقدانہ آگاہی پیدا کرنے کے فریرے طریقے برازیل میں بڑے پیمانے پر استعمال ہونے لگے تھے اور (لکھنا پڑھنا سکھانے کے لیے) خواندگی کے پروگراموں کا حصہ تھے۔ لیکن 1964ء میں فوجی انقلاب کے بعد فریرے کو قید کر دیا گیا اور پھر جلاوطن کر دیا گیا۔ فریرے آگاہی کے تین مرحلے بیان کرتا ہے:

1- جادوئی آگاہی۔ اس مرحلے میں لوگ اپنی زندگی پر اثر انداز ہونے والے واقعات اور توتوں کی وضاحت دیوالا، جادو

یا ان طاقتوں کے حوالے سے کرتے ہیں جو ان کی سمجھ اور اختیار سے باہر ہیں۔ وہ تقدیر پرستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے ساتھ ہوتا ہے اسے قسمت یا ’خدا کی مرضی‘ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ عام طور پر وہ اپنی مصیبتوں اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا کسی کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتے۔ وہ انہیں ایسے زندگی کے حقائق سمجھ کر جھیلنے رہتے ہیں جن کے سلسلے وہ کچھ نہیں کر سکتے (اور نہ کرنا چاہیے)۔ ان کے مسائل بہت سنگین ہوتے ہیں۔ ناقص صحت، غربت، بے روزگاری وغیرہ۔ لیکن عام طور پر وہ ان سے انکار کرتے رہتے ہیں۔ وہ استحصال کا شکار ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی اختیار و اقتدار رکھنے والوں کے محتاج بھی ہوتے ہیں جن سے وہ ڈرتے ہیں اور جنہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس تاثر پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان پر اوپر سے تھوپا جاتا ہے۔ وہ خود کو کمتر تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ’بتر‘ افراد کی مہارتوں اور خیالات پر کبھی عبور حاصل نہیں کر سکتے۔



2- سادہ لوحی پر مبنی آگاہی۔ سادہ لوح اس شخص کو کہتے ہیں جو پوری سمجھ نہ رکھتا ہو۔ جو افراد سادہ لوحی کے مرحلے میں ہوتے

ہیں وہ ”نچلے طبقے“ میں ہونے کی نغیوں کو خاموشی سے قبول نہیں کرتے۔ اس کی بجائے وہ خود کو موجودہ صورتحال میں ڈھالنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ تاہم وہ اوپر سے (حکام، بڑے زمیندار وغیرہ) سے نافذ کردہ اقدار، اصولوں اور سماجی نظام کو بدستور قبول کیے رہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے بالادست طبقے کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے باہر کے افراد کا لباس، ہمیز اسٹائل اور زبان اپنانا یا بچوں کو ماں کے دودھ کی بجائے بوتل کا دودھ پلانا۔ ساتھ ہی وہ اپنے لوگوں کے رسوم و رواج کو مسترد کرتے ہیں یا تحارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بالادست طبقات کی طرح وہ غریبوں کے مصائب کا باعث ان کی جہالت اور ’عزائم‘ کے فقدان کو ٹھہراتے ہیں۔ وہ سماجی نظام کا تنقیدی تجزیہ کرنے یا اسے بدلنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے۔

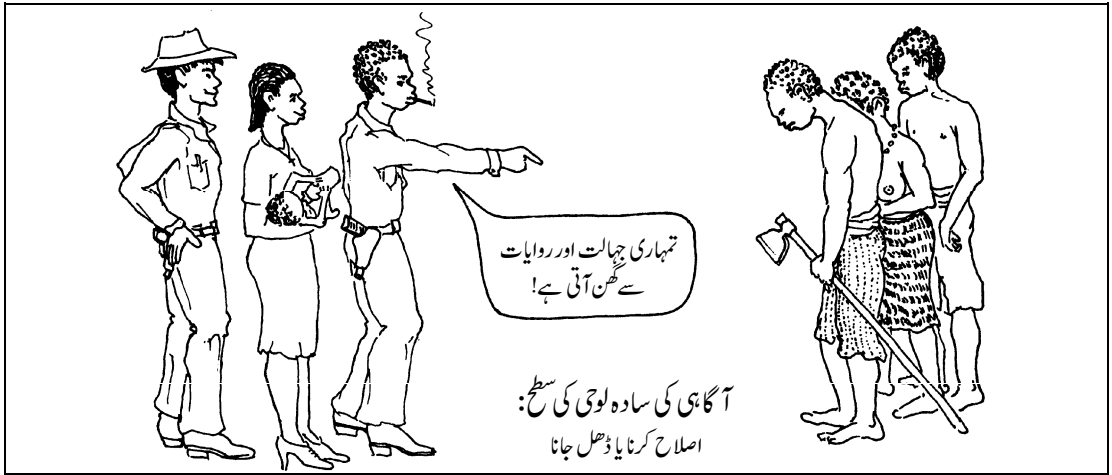
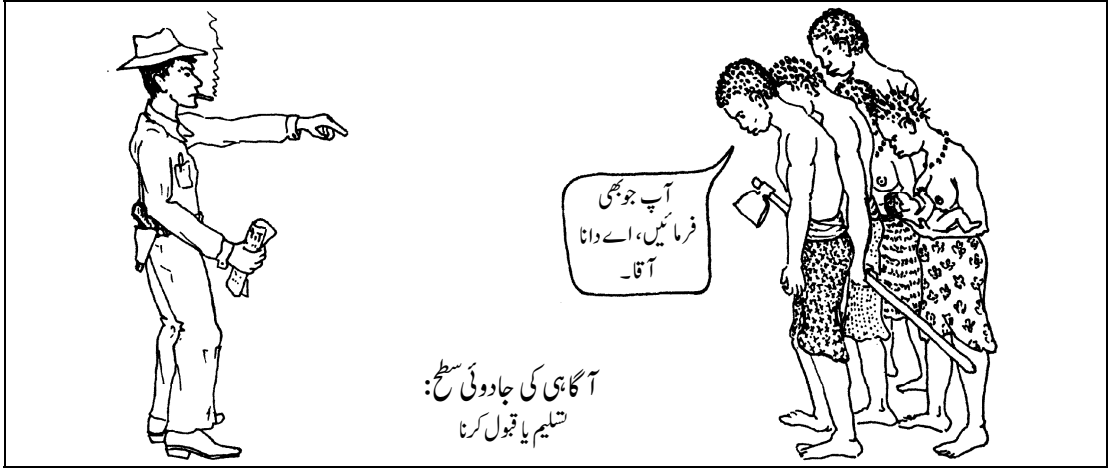


3- ناقدانہ آگاہی۔ جب لوگوں میں ناقدانہ آگاہی پیدا ہوتی ہے تو وہ غربت اور دیگر انسانی مسائل کے اسباب کا زیادہ غور

سے جائزہ لینے لگتے ہیں۔ وہ دیوالا یا جادو کی بجائے مشاہدے اور عقل سے معاملات کی تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اوپر سے تھوپی گئی اقدار، اصولوں اور توقعات پر سوال اٹھانے لگتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ عدم مساوات، ناانصافی اور مصائب کی ذمہ داری افراد پر نہیں سماجی نظام پر عائد ہوتی ہے۔ انہیں پتہ چل جاتا ہے کہ یہ نظام بیشتر افراد کے نقصان پر چند افراد کی حمایت کے لیے قائم کیا گیا ہے تاہم وہ یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ بعض پہلوؤں سے ہا اختیار افراد بھی کمزور ہیں اور انہیں نظام نے ’انسانی دائرے سے باہر‘ کر دیا ہے۔ ناقدانہ آگاہی رکھنے والے افراد محسوس کر لیتے ہیں کہ صرف منظم معاشرے کے معمولات اور طور طریقوں میں تبدیلی لا کر ہی امیروں اور غریبوں کی سنگین ترین بیماریاں دور کی جاسکتی ہیں۔



جو آگاہی میں گہرائی آتی جاتی ہے یہ افراد اپنے بارے میں بہتر محسوس کرنے لگتے ہیں۔ انہیں اپنی روایات اور بنیادوں پر فخر کا احساس ہونے لگتا ہے۔ تاہم وہ خود پر تنقید کے اہل ہوتے ہیں اور ان میں پلک ہوتی ہے۔ وہ پرانے یا نئے طریقے کو مسترد نہیں کرتے بلکہ دونوں طریقوں میں جو قابل قدر پہلو ہیں انہیں باقی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ان کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے تو وہ سماجی نظام کی غیر صحت مندانہ چیزوں کو بدلنے کے لیے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے مشاہدات اور تنقیدی عقل نہیں مثبت اقدام کی طرف لے جاتی ہے۔



پاکستان میں بھی صورت حال مختلف نہیں ہے۔ دیہی اور شہری علاقوں میں عوام کو اقدار، روایات، ثقافت اور مذہب کے نام پہ منظم طریقے سے آگہی سے محروم رکھا گیا ہے۔ عوام اگر آگاہ نہیں ہوں گے تو وہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد نہیں کریں گے۔ صحت کے حقوق حاصل کرنے کے لیے عوام کا آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔

ابھی جن تین سطحوں یا مرحلوں کا ذکر کیا گیا ان کے علاوہ فریرے ایک اور سطح بیان کرتا ہے جسے وہ 'مجنوناہ آگاہی' کہتا ہے۔ یہ سادہ لوجی پر مبنی آگاہی سے آگے کا ایک قدم ہے لیکن تنقیدی آگاہی تک ارتقا کی سمت میں نہیں، اس سے ہٹ کر ہے۔

4- انتہاپسندانہ آگاہی۔ انتہاپسندانہ کا مطلب ہے اس درجے تک بڑھا ہوا کہ عقل سے پرے ہو۔ انتہاپسندانہ آگاہی رکھنے والا فرد (یا افراد کا گروپ) باختیار طبقے اور ان کی نمائندگی کرنے والی ہر چیز کو مکمل طور پر مسترد کر دیتا ہے اور اچھے برے میں تمیز نہیں کرتا۔ ساتھ ہی وہ اکثر روایتی ملبوسات اور عقائد کی طرف واپس جاتا ہے لیکن بہت مبالغہ آمیز انداز میں۔ ناقدانہ آگاہی رکھنے والے فرد کا نقطہ نظر زیادہ تر مثبت ہوتا ہے جبکہ انتہاپسندوں کا نقطہ نظر اکثر تباہ کن ہوتا ہے۔ ان کی رائے میں چک نہیں ہوتی، سختی ہوتی ہے۔ ان کے اقدامات کا محرک سوچ بوجھ نہیں نفرت ہوتی ہے۔ وہ دوسروں سے برابری کی سطح پر سیکھنے اور بات چیت کرنے کی بجائے وہ اپنے مقبول مگر باختیار لیڈروں کے انتہاپسندانہ نظریات دہراتے رہتے ہیں۔ آگاہی کی انتہاپسندانہ سطح کے لوگ خود پر تنقید کرنے والے اور آزادانہ فکر رکھنے والے نہیں ہوتے جیسے کہ ناقدانہ آگاہی کے حامل افراد ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اقتدار کے لیے بے چین لیڈروں کے خیالات کے غلام ہوتے ہیں۔ بعض پہلوؤں سے وہ ابھی تک اسی سماجی نظام کے خدمت گار اور پیداوار ہوتے ہیں جس کے خلاف وہ بغاوت کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر وہ اس سماجی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہو جائیں تو نیا نظام بھی اتنا ہی بے چک اور سخت ہوتا ہے۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر انتہاپسند سادہ لوجی پر مبنی آگاہی کی سطح پر موجود فرد کی نسبت ناقدانہ آگاہی سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اگر اسے صحیح مختصر راستہ مل جائے تو جلد پہنچ سکتا ہے۔



سچ یہ ہے کہ کوئی بھی فرد آگاہی کے کسی ایک مرحلے میں پورے طور پر نہیں ہوتا۔ ہم میں سے بہت سے لوگ کچھ چیزوں کے بارے میں تقدیر پرست ہوتے ہیں، کچھ کے بارے میں سادہ لوح، بعض کے حوالے سے ناقدانہ آگاہی کے حامل اور کبھی کبھی تھوڑے انتہاپسند ہوجاتے ہیں۔ اس کے باوجود ان تین مرحلوں پر غور و فکر کرنے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔

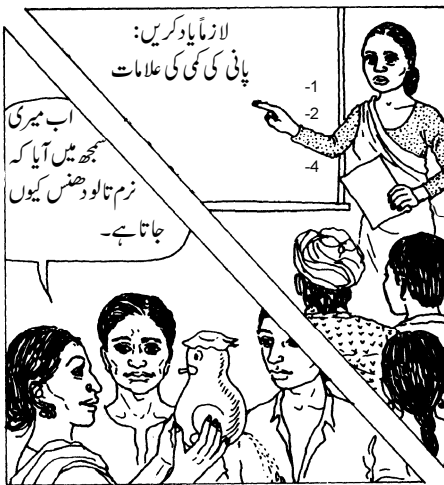
لوگوں کو ناقدانہ آگاہی پیدا کرنے میں مدد دینا

سماجی تبدیلی لانے کے لیے کام کرنے والے بہت سے رہنما محسوس کرتے ہیں ناقدانہ آگاہی نہ صرف مقامی آبادی کی ترقی کے لیے

ضروری ہے بلکہ اسے ترقی کا بنیادی مقصد ہونا چاہیے۔ اہم تبدیلیاں اسی وقت ہوں گی جب لوگ اپنی بد نصیبی کے انسانی اسباب سمجھیں گے اور مثبت قدم اٹھانے کی اپنی صلاحیت کو پہچانیں گے۔

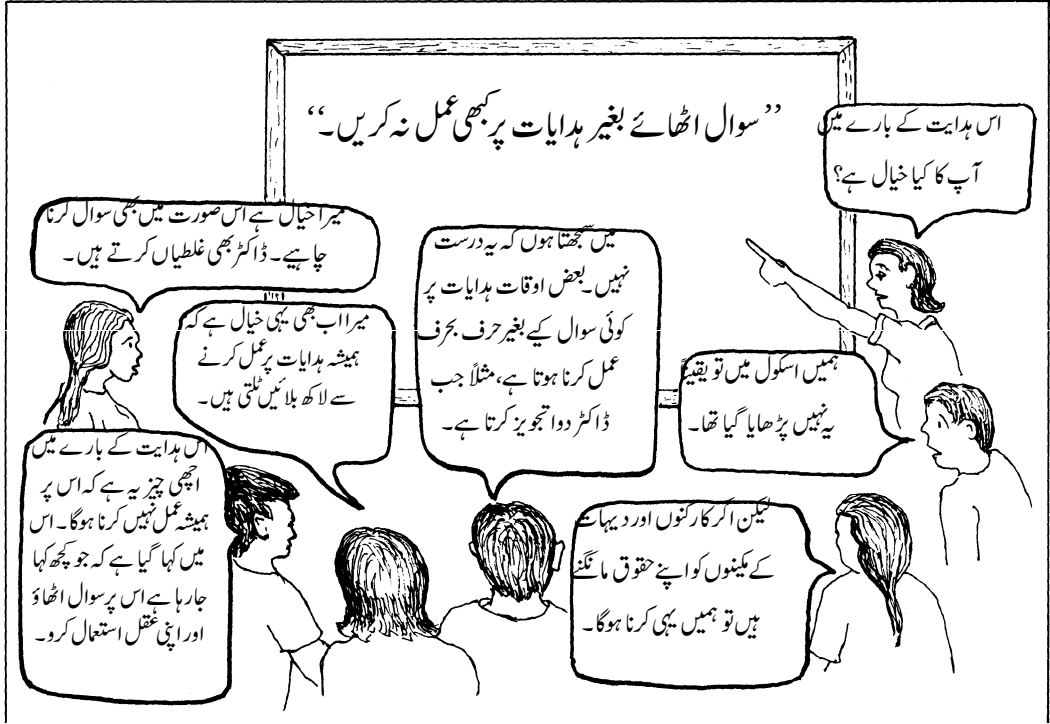
لوگوں میں اپنے حالات کو سمجھنے اور بدلنے کی صلاحیت پیدا کرنے میں مدد دینے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں وہ تدریسی طریقے اور سامان شامل ہے جن سے لوگوں کو حقیقی زندگی کے مسائل، تحقیق، دریافت اور مشق کے ذریعے حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ (اس کتاب کے بیشتر طریقے اور تجاویز ناقدانہ آگاہی پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔)

لیکن اہم ترین بات یہ ہے کہ اساتذہ یا گروپ لیڈر لوگوں سے برابری کا برتاؤ کریں، ان کے خیالات کا احترام کریں اور انہیں کھل کر سوال اور تنقید کرنے کی ترغیب دیں۔



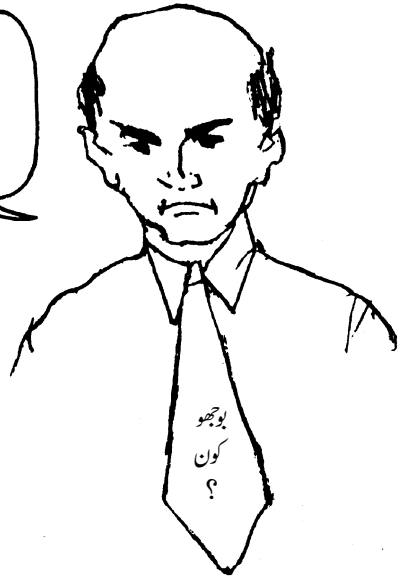
تدریسی طریقے مشاہدہ کرنے اور خود جواب ڈھونڈنے کی صلاحیت ختم بھی کر سکتے ہیں اور پروان بھی چڑھا سکتے ہیں۔

ناقدا نہ آگاہی رکھنے کا مطلب ہے سوال کرنا، ان چیزوں پر شک کرنا جو اکثر فوراً مان لی جاتی ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے اندر اس قسم کی آگاہی پیدا کرنا غریبوں کے لیے زیادہ صحت مندانہ ماحول پیدا کرنے کی جانب اہم قدم ہے۔



کیا آپ بہت آگے نہیں نکل گئے؟

مندرجہ بالا ہدایت قابل قبول ہے یا نہیں اس کا انحصار آپ کے نقطہ نظر پر ہے۔
آپ کیا سمجھتے ہیں؟
آپ کے طلبہ کیا سمجھتے ہیں؟



پاولو فریرے کا ناقدانہ شعور کا طریقہ

آگاہی پیدا کرنا، جسے فریرے ناقدانہ شعور کا نام دیتا ہے، سیکھنے کا ایک غیر محدود عمل ہے جو گروہی مکالمے کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ چند افراد اپنے مشترکہ مسائل کے حل پر تبادلہ خیال کرنے اور حل ڈھونڈنے کے لیے اکٹھا ہوتے ہیں۔

یہ عمل بیشتر تعلیمی صورت ہائے حال سے مختلف ہے کیونکہ جو سوالات اٹھائے جاتے ہیں ان کا کوئی طے شدہ جواب نہیں ہوتا۔ کوئی ماہر موجود نہیں ہوتا جس کے پاس ہر جواب ہو اور جس کا کام دوسروں کو علم منتقل کرنا ہو۔ گروپ کے افراد اپنے مسائل کا بہتر فہم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر شخص کے تجربات اور خیالات کی قدر و قیمت برابر ہوتی ہے۔ ہر فرد مسائل کا جائزہ لینے اور حل تلاش کرنے میں شریک ہوتا ہے۔

جو فرد گروپ لیڈر یا سہولت کار (چاہے صحت کارکنوں کا استاد ہو یا اپنی مقامی آبادی میں گروپ کی قیادت کرنے والی صحت کارکن ہو) کا کردار ادا کرے اسے یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس کا کام لیکچر دینا نہیں ہے بلکہ لیڈر اپنی رائے دینے سے گریز کرتی ہے ورنہ ہوسکتا ہے کہ جو بھی وہ کہے لوگ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں۔

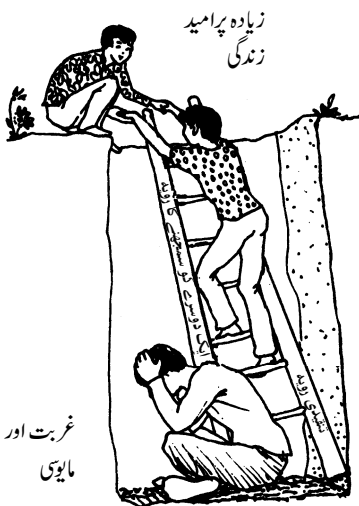
تبادلہ خیال کی ابتدا میں گروپ لیڈر کا کام یہ ہے کہ وہ...

- تمام افراد کو شریک ہونے کی ترغیب دے،
- انہیں اطمینان دلائے کہ وہ دوستوں کے درمیان ہیں اور اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کر سکتے ہیں،
- انہیں غور سے سننے اور دوسروں کی بات کاٹنے سے گریز کرنے کا مشورہ دے،
- خبردار کرے کہ دوسروں کی بات کو بلاچوں و چرانہ مانیں بلکہ اس پر غور کریں یا تجزیہ کریں۔

لازمی ہے کہ گروپ لیڈر واقعی یہ محسوس کرے کہ گروپ میں شامل تمام افراد اپنا علم اور صحیح نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ اس طرح ہر فرد دوسروں سے سیکھ سکتا ہے۔ 'استاد' اور 'شاگرد' کے درمیان تمیز اٹھ جاتی ہے۔ لیڈر 'استاد' سیکھنے والا بن جاتا ہے۔ مکالمے میں شریک ہر فرد 'سیکھنے والا' استاد بن جاتا ہے۔

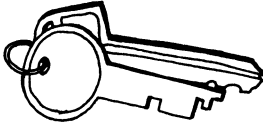
لیڈر کا کام محض سوالات پوچھنا ہے۔ یہ ایسے سوالات ہونے چاہئیں جو گروپ کو اپنے ارد گرد کی دنیا کو ایسی جگہ کے طور پر دیکھنے میں مدد دیں جو انہیں تبدیلی لانے کی دعوت دیتی ہے، ایسی جگہ نہیں جسے بدلنا ناممکن ہے اور جو ان کے اختیار سے باہر ہے۔

لوگوں میں یہ احساس پیدا کرنا آسان کام نہیں کہ ان کے اندر اپنے حالات کو سمجھنے اور بدلنے کی قوت ہے۔ خاص طور پر ایسے افراد کے لیے یہ بات درست ہے جو اپنے برے حالات کو خاموشی سے برداشت کرنے کے عادی ہو چکے ہوں اور جو معاشرے کا اپنے بارے میں یہ نظریہ قبول کر چکے ہوں کہ وہ بے اختیار، جاہل اور ناکارہ لوگ ہیں (دیکھیں جادوئی آگاہی، صفحہ 12-26)۔ لیکن یہ وہ افراد ہیں جن میں حالات کا ناقدانہ شعور پیدا ہو جائے تو وہ انہیں صحت مندانہ زندگی کی طرف لے جاسکتا ہے۔



گروہی مکالمے کے تین مقاصد ہیں۔ ہر مقصد دوسرے مقصد کے لیے راستہ کھولتا ہے:

- 1- لوگوں کو ذاتی قدر و قیمت اور گروہی طاقت کا احساس دلانا، ان میں اعتماد پیدا کرنا کہ وہ سوچنے والے، فعال اور اہل انسان ہیں۔
- 2- لوگوں کو چھان بین کرنے، تجزیہ کرنے اور اپنے حالات بدلنے کے لیے قدم اٹھانے میں مدد دینا۔
- 3- انہیں وہ ہنر اور صلاحیتیں حاصل کرنے میں مدد دینا جو انہیں اپنی صحت و زندگی کو بدلنے کے لیے درکار ہیں۔



کلیدی الفاظ اور تصویروں کا استعمال

لوگوں کو اپنی ذات اور دنیا کا زیادہ غور سے جائزہ لینے میں مدد دینے کے حوالے سے فریرے نے دیکھا کہ ہر تبادلہ خیال کے آغاز میں ہر فرد کسی خاص، لفظ یا صورتحال کا بغور جائزہ لے تو مفید رہتا ہے۔ اس سلسلے میں پیشگی کام کر لینا چاہیے کہ کون سے الفاظ، تصویریں، چیزیں یا کہانیاں منتخب کی جائیں جو گروپ کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہوں۔

کلیدی لفظ یا تصویر اس لیے استعمال کی جاتی ہے کہ وہ گروپ کو اپنے بارے میں، اپنی صورتحال، صلاحیتوں اور مسائل کے بارے میں بحث چھیڑنے میں مدد دے۔ اکثر کوئی ایک لفظ یا تصویر ایک دو گھنٹے کی بحث کا آغاز کر سکتی ہے۔

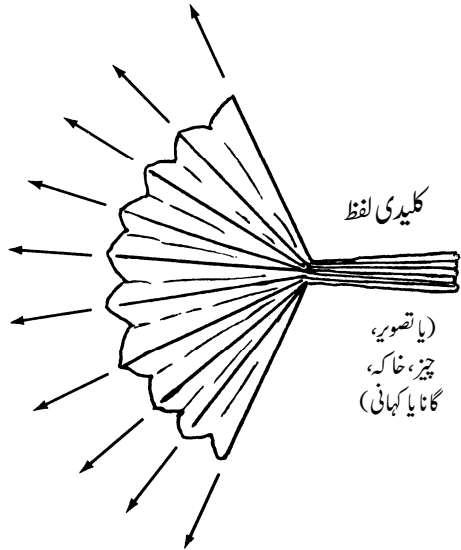
کلیدی لفظ یا تصویر سچے کی طرح ہوتی ہے کیونکہ اس سے بحث کئی نئی سمتوں میں پھیل سکتی ہے۔

اس سے لوگوں کے ذہن میں کئی نئے الفاظ، نئی تصویریں اور نئے مشاہدات پیدا ہوتے ہیں۔

گروپ لیڈر کو پہلے سے معلوم نہیں ہوتا کہ بحث کس سمت میں جائے گی۔

اس باب میں ہم نے اکثر جگہ کلیدی الفاظ، چیزوں یا کہانیوں کا ذکر کیا ہے جن کی مدد سے بحث شروع کی جاسکتی ہے۔

کئی سمتوں
میں کئی مختلف
خیالات



کلیدی الفاظ، چیزوں یا کہانیوں سے شروع ہونے والی ناقدانہ شعور کی بحیثیت کسی بھی بنیادی مہارت کو سکھانے میں استعمال ہو سکتی ہیں: خواندگی، صحت، غذا، زراعت وغیرہ۔ کلیدی الفاظ یا چیزوں کی تعداد اور گروپ کے اجلاسوں کا انحصار کسی حد تک اس پر ہوگا کہ کون سی مہارت سیکھی جا رہی ہے۔

آگاہی پیدا کرنے کے عمل کو عملی مہارتیں سیکھنے سے منسلک کرنا

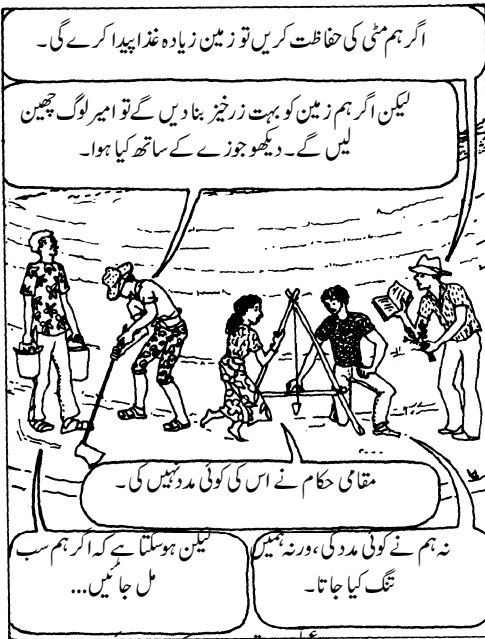
پاولوفریرے نے اپنے ناقدانہ شعور کے طریقے ابتدا میں اس وقت استعمال کیے جب وہ برازیل کے کسانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا رہے تھے۔ اس طرح ناقدانہ شعور پیدا کرنے کی تعلیم شروع ہی سے ان مہارتوں کو سیکھنے کے عمل سے منسلک ہوگئی جو غریبوں کو امیروں کے زیادہ مساوی بناتی ہیں۔

یہ تعلق فریرے کے طریقوں کے استعمال میں کامیابی کی کنجی بن سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ جنہوں نے ناقدانہ شعور پیدا کرنے کو عملی مہارتیں سیکھنے سے الگ کرنے کی کوشش کی سخت دشواریوں کا شکار ہوئے۔ خود فریرے نے جب برازیل سے جلاوطنی کے بعد چلی میں کام کرنا شروع کیا تو یہ دیکھا کہ اگر ناقدانہ شعور کے مکالموں کے ساتھ ابتدا ہی سے خواندگی کی تربیت نہ دی جائے تو لوگ بہت جلد بے صبر ہو جاتے ہیں۔ لوگ اپنے شعور میں اضافے کے لیے نہیں آتے تھے بلکہ لکھنا پڑھنا سیکھنے آتے تھے!

خود اعتمادی اور سماجی آگاہی بڑھانے والے تعلیمی طریقے اسی صورت میں مؤثر ترین ہو سکتے ہیں جب وہ تربیتی پروگراموں اور علاقائی سرگرمیوں کے تمام پہلوؤں میں شامل کیے جائیں۔

بدقسمتی سے بعض تربیتی پروگرام آگاہی پیدا کرنے کو عملی مہارتیں سیکھنے سے علیحدہ رکھتے ہیں۔ بعض اوقات اساتذہ 'شعور میں اضافے' کے لیے گروہی مکالمے پر مبنی خصوصی نشستیں منعقد کر سکتے ہیں، لیکن صحت کے بارے میں تعلیم دینے کے لیے روایتی لکچر استعمال کرتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہوگا کہ خصوصی نشستوں کو چھوڑ دیا جائے اور آگاہی پیدا کرنے کے طریقوں کو تربیت کے تمام پہلوؤں میں استعمال کیا جائے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر وقت 'شعور میں اضافے' کی بات کی جائے۔ بعض مقامات پر دانشمندی یہ ہوگی اس کا سرے سے ذکر ہی نہ کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں دیگر چیزوں کے مطالعے اور سرگرمیوں میں آگاہی پیدا کرنے کی بجٹوں کو شامل کرنے کے طریقے ڈھونڈنے چاہئیں۔ ہم نے اس کتاب میں ہر جگہ یہ کوشش کی ہے۔



ناقدانہ آگاہی پیدا کرنے کا عمل اس وقت حقیقت سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عملی مہارتیں یا کام سکھائے جائیں۔

خواندگی کے پروگراموں میں فریرے کا طریقہ

1960ء کے عشرے میں برازیل میں پاؤلو فریرے کا پروگرام اس لیے مشہور ہوا کہ یہ جلدی نتائج دے رہا تھا: لوگ صرف 6 ہفتے میں لکھنا پڑھنا سیکھ رہے تھے! تاہم خواندگی کی تربیت کے حوالے سے فریرے کا اصل کارنامہ رفتار نہیں۔ لوگ جلدی لکھنا پڑھنا سیکھ رہے تھے لیکن زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وہ ان حالات کو بدلنے کی اپنی صلاحیت کو دریافت کر رہے تھے جو انہیں غریب بنائے ہوئے تھے۔

ہم خبردار کر چکے ہیں کہ 'شعور میں اضافے' کو مہارتوں کی تربیت سے الگ نہ کیا جائے لیکن اس کے برعکس بھی درست ہے۔ بعض پروگراموں میں فریرے کی خواندگی کی تکنیک کو اس طرح استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ غربت یا نا انصافی کا ذکر نہ کیا جائے۔ لیکن ایسے پروگراموں میں طلبہ اتنا اچھا لکھنا پڑھنا نہیں سیکھ پاتے۔ فریرے اس بات سے آگاہ تھا کہ اس کے طلبہ کے لیے حروف تہجی سیکھنا یا الفاظ پہچاننا مشکل کام نہیں، بلکہ اس احساس پر قابو پانا مشکل ہے کہ وہ اتنے جاہل ہیں کہ سیکھ نہیں سکتے۔ ان غریب کسانوں کے لیے لکھے ہوئے الفاظ امیر انسانوں کی دنیا کی چیز تھے، جو ان کی پہنچ سے دور تھی۔

فریرے کا لفظ آغاز یہی تھا: لوگوں کو اس قابل بنانا کہ وہ الفاظ کو اپنے قبضے میں لیں۔ پہلی کلاس کے جمع ہونے سے پہلے اساتذہ گاؤں کا دورہ کرتے ہیں اور لوگوں اور ان کے طرز زندگی سے شناسائی پیدا کرتے ہیں۔ پھر مقامی افراد کے ایک گروپ کے ساتھ، جو کلاس میں موجود ہوں گے، وہ الفاظ کی ایک مختصر فہرست بناتے ہیں جو گاؤں کی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بھوک، اسکول، زمیندار اور ووٹ جیسے الفاظ چنے جاسکتے ہیں کیونکہ یہ الفاظ بحث کو کئی سمتوں میں لے جاسکتے ہیں (دیکھیں صفحہ 17-26 پر پٹکھا)۔ الفاظ کے چناؤ میں یہ خیال بھی رکھا جاتا ہے کہ تمام حروف تہجی آجائیں۔

عام طور پر لوگوں کو لفظ دکھانے سے پہلے اس لفظ کی نمائندگی کرنے والی تصویر دکھائی جاتی ہے۔ یہ بتانے سے کہیں پہلے کہ لفظ کیسے لکھا جاتا ہے، گروپ بہت دیر تک اس لفظ پر بحث کرتا رہتا ہے۔ تصویریں بہت احتیاط سے اس طرح منتخب کی جاتی ہیں کہ وہ طلبہ کے گاؤں کے حالات سے ملتی جلتی ہوں لیکن عین حالات کے مطابق نہ ہوں۔ اس طرح لوگ اس 'قریبی گاؤں' کے مسائل پر یہ محسوس کیے بغیر بات چیت کر سکیں گے کہ خود ان کی زندگی پر تنقید کی جارہی ہے۔ بعد میں جب گروپ کا شعور بڑھ چکا ہو تو وہ اپنے مسائل پر تبادلہ خیال کرنے میں خود کو زیادہ محفوظ محسوس کریں گے کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ جو چیزیں وہ پسند نہیں کرتے ان میں بہت سی تبدیلی بھی کر سکتے ہیں۔

جب طلبہ کو بالآخر لفظ لکھا ہوا دکھائی دے گا تو وہ انہیں خوفزدہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ ان کا اپنا لفظ بن چکا ہوگا۔ اس طرح کسی صفحے پر لکھے ہوئے الفاظ قاری پر حاوی نہیں آتے۔ پڑھنے والے الفاظ کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ان کو اپنی مرضی سے ترتیب دیتے ہیں۔ خود جملے تخلیق کر کے لکھنا ناقدانہ شعور میں اضافے کے عمل کا اہم حصہ ہے۔

ناقدانہ شعور کے اس عمل میں لوگ صرف اپنی زندگی پر بحث نہیں کرتے۔ وہ سوچتے ہیں اور پھر جہاں ضرورت ہو تبدیلیاں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کے لیے پڑھنا لکھنا وہ ہتھیار نہیں رہتا جو ان کے خلاف استعمال ہوتا ہے بلکہ ایک ہنر بن جاتا ہے جسے وہ خود استعمال کر سکتے ہیں۔

یہاں کیا نظر آ رہا ہے؟



ایک خواندگی پروگرام جس میں فریرے کے طریقے استعمال کیے گئے ہیں میکسیکو سٹی کے قریب ایک بہت بڑی غلیظ بستی میٹراہال کو پوئل ہے۔ اس میں بیس کلیدی الفاظ اور ہر لفظ کی نمائندگی کرنے والی تصویریں استعمال کی جاتی ہیں جن کی مدد سے بحث کا آغاز کیا جاتا ہے۔ اگلے صفحات پر ہم نے دو مثالیں دی ہیں۔



گروپ لیڈر چار قسم کے سوالات کے ذریعے بحث کی رہنمائی کرتا ہے:

1- مسئلے کا نام

اس تصویر میں کیا نظر آ رہا ہے؟ یہ کنبہ کیسے زندگی گزارتا ہے؟ ان کے گھر میں کیا ہے؟ ٹیلی وژن گھر کی دوسری چیزوں کے مقابلے میں کیسا معلوم ہوتا ہے؟ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ان کے کیا مسائل ہیں؟ وہ ٹی وی پر کس قسم کی چیزیں دیکھتے ہیں؟

2- گروپ پر اثرات

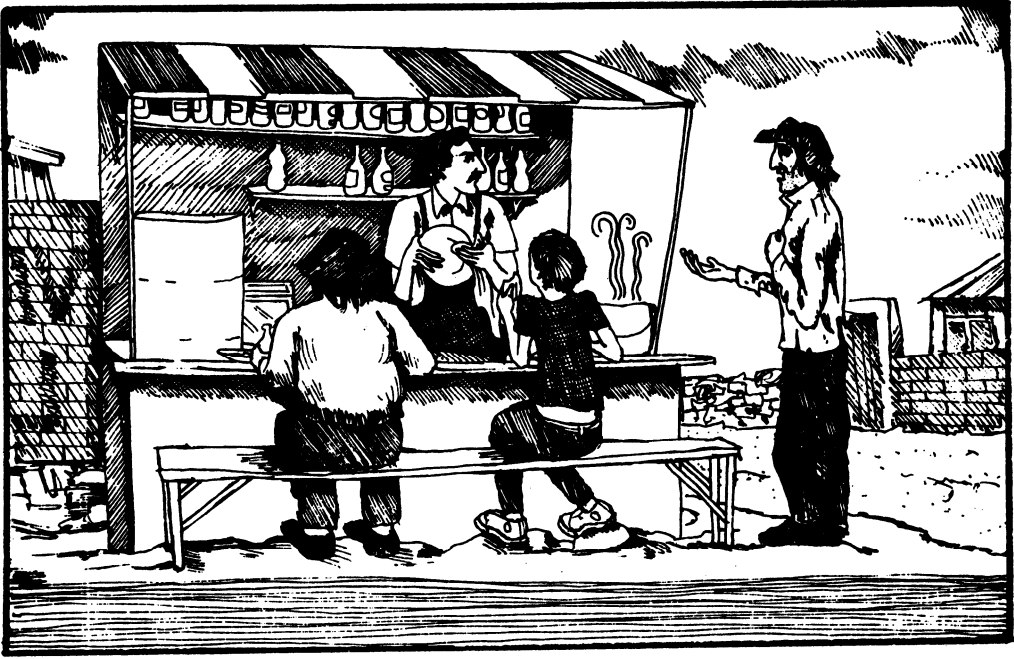
کیا آپ کے ہاں ٹی وی ہے؟ محلے میں کتنے گھروں میں ٹی وی ہے؟ وہ کتنی دیر ٹی وی دیکھتے ہیں؟ کون سے پروگرام دیکھنا پسند کرتے ہیں؟ کون زیادہ دیکھتا ہے، بچے یا بڑے؟ آدھے گھنٹے کے پروگرام میں کتنے منٹ کے اشتہارات ہوتے ہیں؟

3- مسئلے کے اسباب

لوگ ٹی وی سے کیا سیکھتے ہیں؟ زیادہ ٹی وی دیکھنے والے بچوں پر کیا اثر پڑتا ہے؟ پروگراموں کا خرچ کون برداشت کرتا ہے؟ ٹیلی وژن سے فائدہ کون اٹھاتا ہے؟ کیا اس سے لوگوں کو اپنے مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے؟ کیا یہ مسائل سے فرار کا راستہ دکھاتا ہے؟ کس طرح؟ اس تصویر میں جو کچھ نظر آ رہا ہے اس کا بڑے مسائل سے کیا تعلق ہے؟

4- ممکنہ حل

کیا یہ ممکن ہوگا کہ ٹی وی سے لوگوں کی بہتر خدمت لی جاسکے؟ کیسے؟ کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ کیا ٹی وی کے بغیر رہنا ممکن ہوگا؟ کیا اس کے بغیر زندگی بہتر ہوگی؟ یہ کنبہ کیا کر سکتا ہے؟ ہم سب کیا کر سکتے ہیں؟



گروپ لیڈر اس تصویر اور لفظ 'بھوک' کے بارے میں اسی طرح کے سوالات کرتا ہے۔ آخر بحث ایسے سوالات تک پہنچتی ہے، بھوک کیوں ہے؟ کیا کنبے کی سطح پر ہم غذا کو بہتر بنانے کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟ کیا؟ مقامی آبادی کی سطح پر ہم کیا کر سکتے ہیں؟

ہر کلیدی لفظ اور اس کے ساتھ کی تصویر دو گھنٹے کی بحث کا نقطہ آغاز ہوتی ہے۔ پہلے گھنٹے میں یہ گفتگو ہوتی ہے کہ گروپ کے ارکان کی نظر میں اس لفظ کے کیا معنی ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ دوسرے گھنٹے کے دوران لفظ کو لکھنا، حروف کی آواز نکالنا اور دیگر آوازیں اور الفاظ بنانے کے لیے ان حروف کو استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ گروپ ہر لفظ کو لکھنا سیکھنے سے پہلے اس کے معنی اور اس کے حروف کو استعمال کرنا سیکھتا ہے اس لیے خواندگی ایک فوری اور سماجی اہمیت اختیار کر لیتی ہے۔

نیٹراہال کو یوٹیل میں اس خواندگی پروگرام کے پہلے چار ہفتے کے دوران کلیدی الفاظ اور ان کے ساتھ تصویروں کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ پانچویں اور چھٹے ہفتے میں طلبہ پڑھنے اور لکھنے کی مشق کرتے ہیں۔ اس کے لیے سادہ باتصویر کہانیاں استعمال کی جاتی ہیں جو گروپ کو اپنی زندگی کے اہم مسائل کا تجزیہ کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ کہانیوں میں بعض الفاظ اور فقرے خالی چھوڑ دیے جاتے ہیں جو پڑھنے والے اپنے تجربات کے مطابق بھرتے ہیں۔ اس طرح طلبہ اپنی کہانیاں خود لکھنے میں سچے شریک ہوتے ہیں۔

چھ ہفتے کے اختتام پر طلبہ نہ صرف اخبارات اور اعلانات پڑھنا سیکھ چکے ہوتے ہیں بلکہ نئی مہارتیں سیکھنے اور حالات کو بدلنے کی اپنی صلاحیت پر اعتماد بھی حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔

نیٹراہال کو یوٹیل کا خواندگی کا سامان سپلاک، (صفحہ آخر-4) سے دستیاب ہے۔

گوٹے مالا کے صحت پروگراموں فریرے کے طریقے کا استعمال

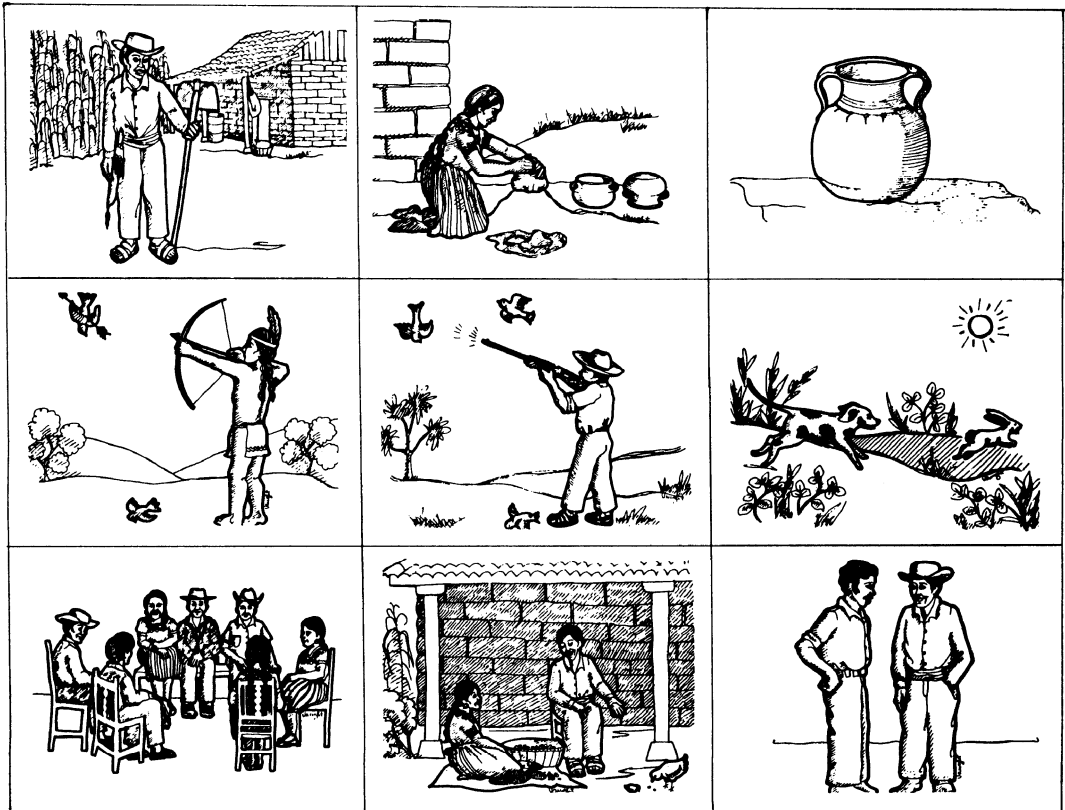
پاؤلو فریرے کے ناقدانہ شعور کے ذریعے تعلیم دینے کے طریقے کئی صحت اور غذائی پروگراموں میں استعمال کیے گئے ہیں خصوصاً لاطینی امریکا میں۔

گوٹے مالا میں ایک صحت نیٹ ورک رابطہ کار ماریا ہیملن ڈی زونگانے دہی صحت کارکنوں کے گروپوں کے لیے آگاہی میں اضافہ کرنے کی ورکشاپس کا اہتمام کیا ہے۔ بحث کے لیڈروں کے طور پر خصوصی تربیت حاصل کرنے والے کارکن اس کے بعد اسی طرح کی ورکشاپس دیہات کے افراد کے گروپوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

ان ورکشاپس میں صحت سے متعلق سوالات کا جائزہ لینے کے لیے فریرے کے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہر ورکشاپ میں لوگوں اور صورت حال کی 10 تصویریں ہوتی ہیں جو اس جگہ سے مناسبت رکھتی ہیں جہاں ورکشاپ کی جارہی ہو۔

ابتدا میں بڑی پوسٹر کے سائز کی تصویریں استعمال کی جاتی ہیں تاکہ بحث کے گروپ میں ہر ایک فوراً دیکھ سکے۔ لیکن ورکشاپ کے لیڈروں کا مشاہدہ ہے کہ ہر فرد کے پاس اس تصویر کی نقل موجود ہو تو لوگ زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ اس طرح ہر ایک کو تصویریں گھر لے جا کر ان پر اپنے کنبے اور دوستوں کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملتا ہے۔

10 بنیادی تصویروں میں سے 9 یہ ہیں (دسویں تصویر صفحہ 26-26 پر دکھائی گئی ہے)۔

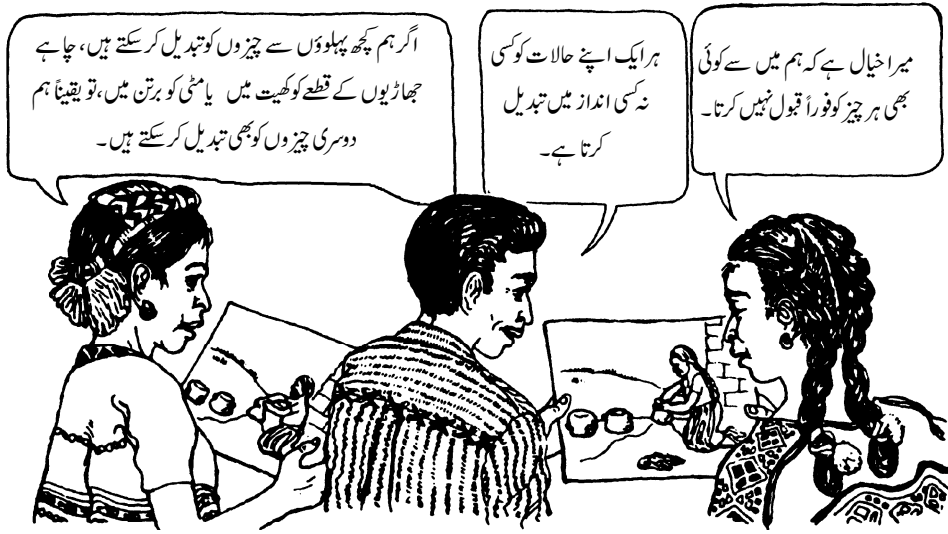


اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ یہ تصویریں لوگوں کے لیے جانی پہچانی ہوں اور ان کے علاقے سے مناسبت رکھتی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ کئی تصویروں کے متبادل ورژن ہیں جو اس گاؤں کے خاص لباس اور روایات سے مطابقت رکھتے ہیں جہاں ورکشاپ کی جارہی ہو۔ مثال کے طور پر پہلی تصویر میں دکھائے گئے شخص کے تین متبادل ہیں۔



سیریز کی پہلی چند تصویریں گروپ کے ارکان کو یہ سمجھنے میں مدد دینے کے لیے ہیں کہ وہ اپنی روز کی سرگرمیوں کے ذریعے اپنے گرد و پیش کو کیسے تبدیل کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ تصویر میں دکھایا گیا کسان، جنگل یا جھاڑیوں کے ایک قطعے کو مکئی یا دال کے کھیت میں تبدیل کرتا ہے۔ اس پر کاشت کر کے وہ 'دنیا' فطرت کے ایک حصے کو کھچر کی دنیا میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی طرح دوسری تصویر میں دکھائی گئی عورت مٹی کو برتن کی شکل میں ڈھال کر 'فطرت' کو کھچر میں تبدیل کرتی ہے۔

لیڈر ایسے سوالات پوچھتا ہے جو گروپ کے ارکان کے اندر سے مذکورہ خیالات برآمد کرتا ہے اور یوں انہیں یہ احساس دلاتا ہے کہ...



اگر ہم کچھ پہلوؤں سے چیزوں کو تبدیل کر سکتے ہیں، چاہے جھاڑیوں کے قطعے کو کھیت میں یا مٹی کو برتن میں، تو یقیناً ہم دوسری چیزوں کو بھی تبدیل کر سکتے ہیں۔

ہر ایک اپنے حالات کو کسی نہ کسی انداز میں تبدیل کرتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی ہر چیز کو فوراً قبول نہیں کرتا۔

یہ تصویریں لوگوں کو اپنے علم کی قدر و قیمت اور وسعت کو سمجھنے میں بھی مدد دیتی ہیں۔ چونکہ دیہات کے لوگوں کے پاس اسکول کی تعلیم نہیں ہوتی اس لیے وہ اکثر خود کو جاہل یا احمق سمجھتے ہیں۔ لیکن جب وہ ان تمام کاموں پر گفتگو کرتے ہیں جو تصویر میں دکھایا گیا شخص کرنا جانتا ہے تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ ان کا اپنا بھی ایک خاص کچر ہے۔ گروپ کو یہ محسوس کرانے کے لیے کہ وہ پہلے سے کتنا علم رکھتے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں، لیڈر دوسرے سوالات پوچھ سکتا ہے جو انہیں تصویروں کے وسیع تر معانی پر غور کرنے میں مدد دیں۔ مثال کے طور پر:

”کیا ہمارے گاؤں کا اسکول کا استاد جانتا ہے کہ برتن یا چھت کی ٹائلیں بنانے کے لیے مٹی کیسے ڈھونڈنی اور تیار کی جائے؟“

”کیا زرعی توسیعی کارکن کو لکڑی کا ہل بنانا آتا ہے؟ کیا اسے معلوم ہے کہ کس قسم کی مقامی لکڑی سے کلہاڑی کا نہ ٹوٹنے والا

دستہ یا دیمک سے محفوظ جنگلہ بنایا جاتا ہے؟“

”جب شہر کی نرس کے پاس دوائیں ختم ہو جاتی ہیں تو کیا اسے معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ کے کیڑے ختم کرنے یا بہتا ہوا خون

روکنے کے لیے کون سے جنگلی پودے استعمال کیے جائیں؟“

”اگر کوئی ڈاکٹر یا وکیل اس زمین پر آئے اور اس کے پاس اس سے زیادہ پیسہ یا اوزار نہ ہوں جو اس تصویر میں دکھائے گئے

لوگوں کے پاس ہیں تو کیا وہ اتنی ہی اچھی کاشتکاری کر سکتا ہے؟ کیا یہاں کے لوگ اس کی مدد کریں گے یا مشورے دیں گے؟

مشورے کی کیا فیس لیں گے (یا لینی چاہیے)؟“

”ڈاکٹر، وکیل اور تاجر جو غذا کھاتے ہیں وہ کون اگاتا ہے؟ صحت کے لیے کون سی چیز زیادہ ضروری ہے، غذا یا دوا؟ کس کی

اہمیت زیادہ ہے، ڈاکٹر کے علم کی یا کاشتکاروں کے علم کی؟ کیوں؟ ڈاکٹر، وکیل اور تاجر غذا اگانے والے سے اتنا زیادہ کیوں کماتے

ہیں؟ اس سے لوگوں کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ کیا لوگ ڈاکٹروں، وکیلوں اور تاجروں کی محتاجی سے بچنے کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟

کیا؟ کیسے؟“

اس طرح کے سوالات پر غور کرنے سے لوگوں میں اپنی صلاحیتوں اور علم کے احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ تبدیلی اور معاملات کو بہتر بنانے کے امکانات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ خود کو دوسروں کے برابر، زیادہ پر اعتماد اور بہتر انسان محسوس کرتے ہیں!

کم از کم نظریہ تو یہی ہے۔ تبادلہ خیال اور بحثیں واقعی اس قسم کی 'بیداری' پیدا کرتی ہیں یا نہیں اس کا انحصار بحث کے لیڈر کی صلاحیت، رویے اور سوجھ بوجھ کے علاوہ اس خاص گروپ کی خصوصیات پر ہے۔

ماریا ڈی زہیگانے بعض ممکنہ مشکلات کی نشاندہی کی ہے:

”ابتدا میں، خصوصاً پہلے اجتماع میں، بعض گروپ اس وجہ سے کسی حد تک منفی رد عمل کا مظاہرہ کریں گے کہ وہ اس قسم کی چیزوں میں شرکت کے عادی نہیں بلکہ صرف لمبے لیکچر یا 'صحت کے بارے میں تقریریں' سننے کے عادی ہیں۔ بعض افراد لیڈر سے کہہ سکتے ہیں 'صرف ہمیں بتادیں' کہ معاملات کیا ہیں اور یہ کہ وہ خود کچھ نہیں جانتے'۔ بعض افراد اسے وقت کا زیاں تصور کریں گے۔ کچھ لوگ اکتا یا جھنجھلا جائیں گے اور شاید باہر چلے جائیں۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے کہ پوری سرگرمی کو مذاق بنانے کو کوشش کریں۔ کچھ بھی ہو ان حالات سے گزرنا ہوگا، آہستہ آہستہ گروپ کو اسے طریقے کو قبول کرنے اور شامل ہونے میں مدد دینی ہوگی۔ اگر ایسا ہوا تو تصویروں کی سیریز کے دوران ہی لوگ دلچسپی لینا شروع کر دیں گے۔

کچھ گروپ جلدی دلچسپی لیں گے کچھ دیر میں، کچھ اس عمل میں تیزی سے شامل ہوں گے، کچھ آہستہ آہستہ۔ لیڈر کو بحث کی رہنمائی گروپ کی رفتار اور آہنگ کے مطابق کرنی ہوگی تاکہ وہ ابھر کر آنے والے نکات کو پوری طرح سمجھ سکیں۔

بحث کے دوران یہ توقع نہ

کریں کہ تصویر سے متعلق تمام ممکنہ

تصویرات پر بات چیت ہو جائے

کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ اگر بحث کے

خاتمے کے بعد گروپ کے ارکان

اپنے طور پر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں

میں تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری

رکھتے ہیں تو یہ بہر حال کامیابی کی

علامت ہے۔

آخر میں یاد رکھیں کہ لوگ نئے

خیالات کو اسی وقت پورے طور پر

سمجھ پاتے ہیں جب وہ ان پر عمل

کرتے ہیں۔ جب مکالمہ انہیں عمل

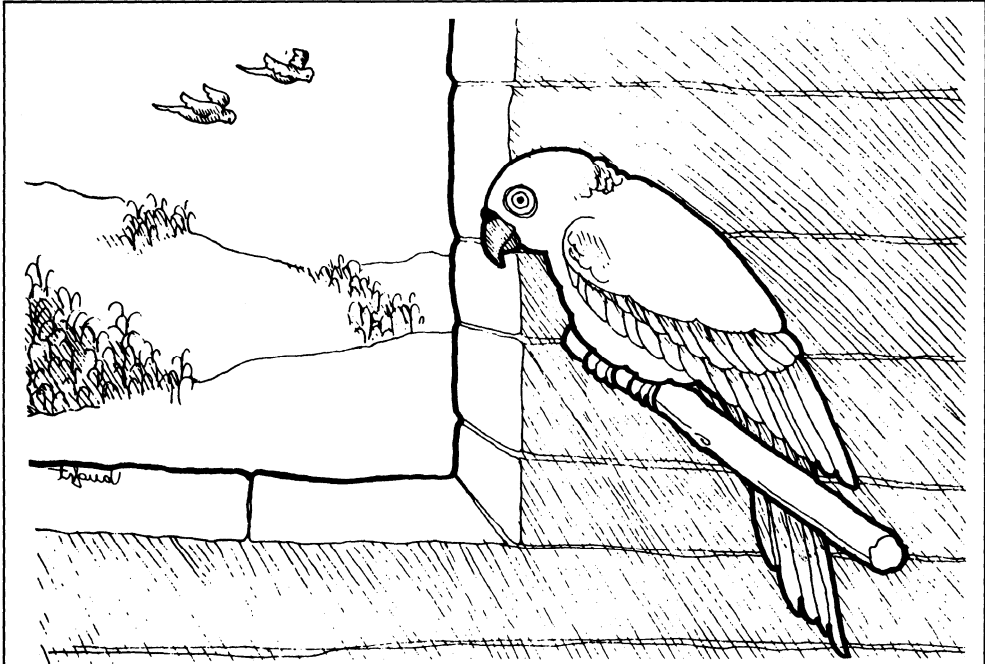
کرنے، مشاہدہ کرنے، غور و فکر

کرنے اور ایک بار پھر عمل کرنے کی

جانب لے جاتا ہے۔“



اس طرح کی تصویروں اور سوالات کے ساتھ گروہی بحث سے لوگوں کا اپنی ذات پر اور اپنی معاملات کو بہتر بنانے کی صلاحیت پر اعتماد بڑھتا ہے ('جہاں ڈاکٹر نہ ہو، صفحہ 26 سے لی گئی۔)



یہ گوئے مالا کی ورکشاپس میں استعمال ہونے والی تصویروں کی سیریز میں ساتویں تصویر ہے۔ یہ وہ تصویر ہے جو ہم نے صفحہ 26-22 پر باقی تصویروں کے ساتھ نہیں دکھائی تھی۔

پہلی نظر میں یہ تصویر بہت دلچسپ معوم نہیں ہوتی اور یہ نہیں لگتا کہ یہ لوگوں میں ناقدانہ آگاہی کی بحث شروع کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ لیکن ہم نے اس تصویر کو گاؤں کے افراد، صحت کارکنوں اور اساتذہ کے دوسرے گروپوں میں استعمال ہوتے دیکھا ہے اور اس بات پر حیران ہوئے ہیں کہ یہ تصویر کتنی زیادہ اور گہری بحث کا آغاز کر سکتی ہے۔ شاید گروپ چونکہ پہلے لوگوں کی بجائے پرندوں کو دیکھتا ہے اس لیے ان موضوعات پر کھل کر گفتگو کرنا آسان ہو جاتا ہے جو اپنی ذاتی اور روح کے اندر جھانکنے والی بحث کی طرف لے جاتے ہیں۔

بحث کا لیڈر آسان ترین سوالات سے آغاز کرتا ہے:

اس تصویر میں کیا دکھائی دے رہا ہے؟

یہ پرندے کیا کر رہے ہیں؟

یہ کہاں ہیں؟

لوگ عام طور پر اس بات سے ابتدا کرتے ہیں کہ ایک پرندہ قید میں یا پالتو ہے جبکہ دوسرے آزاد ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ جو پرندہ قید میں ہے وہ اداس نظر آتا ہے۔ لیکن وہ اڑ کر دوسرے پرندوں سے کیوں نہیں جا ملتا؟ وہ تھکا ہوا نہیں، اس کے پر کٹے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر اسے کون سی چیز روکے ہوئے ہیں؟ اڑنے والے پرندوں کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟ کیا انہیں غذا ڈھونڈنے کے لیے بہت محنت کرنی پڑتی ہے؟ کھڑکی میں بیٹھے ہوئے پرندے کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟ کس کی زندگی زیادہ محفوظ ہے؟ کھڑکی میں بیٹھا ہوا پرندہ اداس کیوں معلوم ہوتا ہے؟

پرندوں پر بحث کرتے کرتے گروپ کے ارکان اپنی زندگی اور تجربات کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔ وہ اپنے آپ سے پوچھتے ہیں: ہم گاؤں کے لوگ کس لحاظ سے آزاد ہیں؟ کس لحاظ سے قیدی ہیں؟ کیا بھوکا شخص آزاد ہوتا ہے؟ کیا تمام افراد کو اپنے کنبوں کی ضروریات اپنی محنت سے پوری کرنے کی برابر کی آزادی حاصل ہے؟ کیوں یا کیوں نہیں؟ کسے زیادہ سوچنا اور زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، جو لوگ آزاد ہیں یا جو لوگ قید میں ہیں؟ ہم زیادہ آزاد کیسے بن سکتے ہیں یا اپنی انسانی فطرت سے زیادہ مطابقت کے ساتھ کیسے زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہمیں کون روکتا ہے؟ آزاد پرندے ایک ساتھ کیوں اڑ رہے ہیں؟

بحث کا آغاز کرنے کے لیے تصویروں کے متبادل:

عموماً بحث شروع کرنے کے لیے کلیدی الفاظ کے ساتھ تصویریں استعمال کی جاتی ہیں۔ لیکن گانے، خاکے یا چیزیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔ ایسی چیز استعمال کریں جس سے لوگ واقف ہوں جو کئی سمتوں میں آنکھیں کھول دینے والی بحثیں شروع کر سکے۔



ہم نے ایک گروپ لیڈر کو ایک جاندار بحث کا اس طرح آغاز کرتے دیکھا ہے کہ اس نے کوکا کولا کی بوتل باری باری لوگوں کے ہاتھ میں دے کر یہ پوچھا ”آپ کی نظر میں یہ کیا ہے؟“ لوگوں کا پہلا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اشتہارات کے الفاظ دہراتے ہیں:



”تنازہ کرنے والا مشروب!“

”اصل چیز!“

”کوک کے ساتھ معاملات بہتر ہو جاتے ہیں!“

”کیا واقعی بہتر ہو جاتے ہیں؟“ گروپ لیڈر پوچھتا ہے۔

اور اس طرح بحث شروع ہو جاتی ہے۔ اس میں ’جنگ فوڈز‘ کو ناقص غذائیت، دانتوں کی کمزوری، معدے کے السر اور دل کی بیماری کے سبب کی حیثیت سے دیکھنے سے لے کر اشتہارات کے لوگوں کی سوچ پر اثر اور غیر ملکی اقدار کو آئیڈل سمجھنے تک مختلف موضوعات شامل ہو سکتے ہیں۔ گروپ جتنا سمجھدار ہوگا اس لحاظ سے وہ قومی اور عالمی سطح کے اقتدار کے ڈھانچوں میں بڑی بین الاقوامی تنظیموں کے کردار پر بھی بحث کر سکتا ہے۔

سطحی امریکا کے اس ملک میں جہاں ’کوک‘ کے بارے میں بحث کی گئی بعض افراد کو معلوم تھا کہ کوکا کولا کے ایک پلانٹ میں یونین کے کئی کارکنوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ کارکن منصفانہ حالات کار کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔



گروپ اس نتیجے پر پہنچا کہ کوک کے بغیر معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔

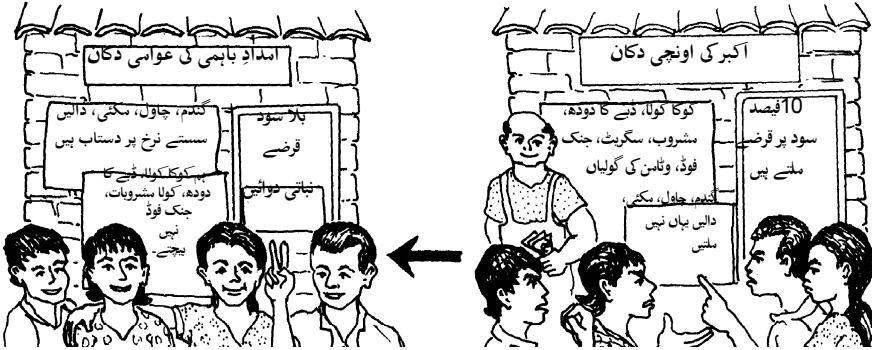
ایک ٹوتھ برش تک لوگوں کو معاملات کو نئے انداز میں دیکھنے کے لیے بحث کے محرک کا کردار ادا کر سکتا ہے:



اسی طرح شعور میں اضافے کے مکالمات بچوں کی بوتل، دودھ کے ڈبوں، پلاسٹک میں لپٹے ہوئے ’جنگ فوڈ‘ یا ریفائنڈ شکر یا آٹے کے تھیلوں کی مدد سے شروع کیے جاسکتے ہیں۔ صفحہ 7-15 پر ہم نے یہ دکھایا ہے کہ مقامی اور مخلوط ملکی کی بالیاں بحث کا آغاز کرنے کے لیے کیسے استعمال کی جاسکتی ہیں۔

آگاہی سے عمل تک

لوگوں کو اپنے حالات کا شعور دینے کا مقصد یہ نہیں کہ ان میں غصہ یا بے اطمینانی پیدا کی جائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مثبت قدم اٹھاسکیں۔



’شعور ابھارنے‘ کا جو عمل صرف بات چیت سے شروع ہوتا ہے اور عملی مہارتوں یا سرگرمیوں سے منسلک نہیں ہوتا وہ اکثر اسی طرح ختم ہوتا ہے جیسے شروع ہوا تھا، یعنی صرف باتوں پر۔ لیکن جب ناقدانہ آگاہی پیدا کرنے کا عمل مخصوص مقامی ضروریات سے جوڑا جاتا ہے تو اس سے لوگوں میں وہ جذبہ، توانائی اور سمت کا احساس پیدا ہوتا ہے جو مؤثر اقدام کے لیے درکار ہے۔

ہنڈراس کی مندرجہ ذیل مثال پر غور کریں۔*

اولا نچو، ہنڈراس میں دیہی صحت کارکن برسوں سے سرگرم ہیں اور لوگوں کو صحت کے بارے میں بندھے ٹکے مشورے دیتے رہے ہیں اور عورتوں کو بتاتے رہے ہیں کہ انہیں ”بہتر صحت کے لیے اپنا رویہ تبدیل کرنا چاہیے۔“ لیکن کوئی بھی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ کوئی بھی اس لیکچر سے متاثر ہو کر کچھ تبدیل کرنے پر تیار نہ ہوا۔

لیکن جب صحت کی ضروریات پوری کرنے کا ایک نیا اور مقامی طریقہ شروع کیا گیا تو معاملات بدلنے لگے۔ کچھ مقامی خواتین کارکنوں (جنہیں پروموٹورا کہتے ہیں) کو تربیت دی گئی جس میں ذاتی دیکھ بھال اور سماجی حالات کی ناقدانہ آگاہی پر زور دیا گیا۔ مردوں کی بجائے عورتوں کو اس لیے چنا گیا کہ عورتوں کو ”معاشرے میں مستحکم ترین اور سب سے زیادہ امکانی قوتیں رکھنے والا، نیز سب سے زیادہ مظلوم طبقہ سمجھا گیا۔“

صحت کارکن کے طور پر ان خواتین یا پروموٹورا کا کردار گو کہ اہم تھا تاہم اس کام کو گاؤں میں بطور منظم اور آگاہی کے کام کے مقابلے میں ثانوی گردانا گیا۔ چنانچہ یہ ضروری سمجھا گیا کہ وہ ہنڈراس کے مجموعی سماجی ڈھانچے میں اپنے کردار اور صحت کے مقام کو پہچانے:

”تربیتی پروگرام میں صحت سے متعلق کوئی مواد پڑھانے سے پہلے ان خواتین نے اس طرح کے مسائل پر بحث کی جیسے انسان کی فطرت، ہنڈراس کے حقائق، ہنڈراس کی خواتین کا کردار اور تبدیلی کے عمل میں نچلی سطح پر کام کرنے والی انجمنوں کا کردار۔ انہوں نے غذائیت پر تبادلہ خیال کیا... جس میں غذائی تقسیم کی سیاست، ناقص غذائیت کے ہنڈراس اور پوری تیسری دنیا میں جبر سے تعلق پر... اور صحت کی دیکھ بھال کی سیاست پر توجہ مرکوز کی گئی۔ عورتوں نے گروپ مباحثے کی رہنمائی کرنا بھی سیکھا، یعنی کس قسم کے سوالات کیے جائیں اور مکالمے کی رہنمائی کیسے کی جائے کہ ان کے ساتھی حقائق کا تنقیدی جائزہ لینا شروع کر دیں، اصل اسباب اور مسائل کے نتائج پر غور کریں اور وہ حل تلاش کریں جو محض اصلاح کی بجائے بڑی تبدیلی لائیں۔“

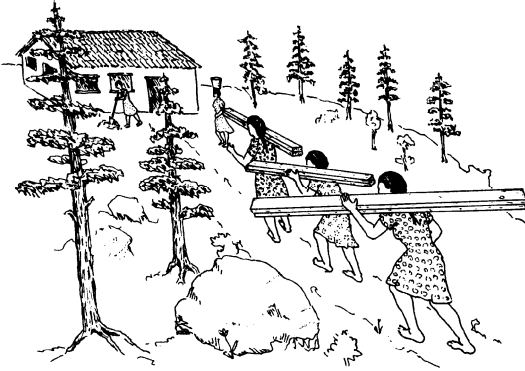
* یہ رپورٹ میری تھمٹھ منکر کی کتاب ”صحت میں ناقدانہ شعور پیدا کرنا: صحت کی دیکھ بھال پر فریوے کے فلسفے اور طریقے کا اطلاق“ سے لی گئی ہے۔ زبان میں معمولی سی ترمیم کی گئی ہے۔ ہم اولانچو، ہنڈراس میں اس پروگرام کی پروموٹورا سے بھی مل چکے ہیں اور ان کے ساتھ کام کر چکے ہیں۔

گزرے چند سال کے دوران ان خواتین کا کام متاثر کن رہا ہے۔ پہلی بڑی تبدیلی خود ان خواتین میں ہوئی۔ ہنڈراس کی خواتین کے بارے میں ابتدائی بحثوں سے پہلے یہ ظاہر ہوا تھا کہ پروموٹوراز میں عزت نفس بہت کم تھی۔ وہ خود کو ”پچھنی“ کہتی تھیں یعنی ان کا کام اور کردار کیفیت کے جانوروں سے مختلف نہ تھا۔

لیکن گروہی مکالمے کے عمل میں یہ پروموٹوراز مردوں کے مقابلے میں اپنی حیثیت اور اپنے محض ”پچھنی“ کے کردار کے بارے میں سوالات کرنے لگیں۔ انہیں اپنے کام میں کامیابی کا تجربہ ہوا تو ان کی خود اعتمادی بھی بڑھ گئی۔

چند کے سوا یہ عورتیں خود کو ساتھی خواتین کی خدمت گار اور منصفانہ سماجی نظام کے لیے جدوجہد کرنے والی کارکن کے طور پر دیکھنے لگیں۔ گروہی مکالمے کے ذریعے تربیت سے انہیں خود کو ”ٹیچر/سیکھنے والے“ کے طور پر دیکھنے اور دوسری عورتوں کو دوست سمجھنے اور برابری کی سطح پر تعلق استوار کرنے کا موقع ملا، بجائے اس کے کہ ان پر حکم چلاتیں جیسا کہ ان سے پہلے بہت سی صحت کارکن کرتی آئی تھیں۔ نتیجے کے طور پر جن عورتوں کے ساتھ وہ کام کرتی تھیں ان میں تعاون اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

پروموٹوراز نے بعض بہت شاندار کارنامے انجام دیے۔ معلوم ہوا ہے کہ اب ہر اس گاؤں میں جہاں پروموٹوراز ہے، کلب ڈی اماس ڈی کاسا (خانہ دار خواتین کا کلب) کی ارکان حفظان صحت کی خاطر پینے کا پانی ابالتی ہیں۔* یہ بات اس لیے اور بھی متاثر کن ہے کہ ان سے پہلے صحت کارکن 25 سال سے عورتوں کو پانی ابلانے کی تاکید کرتی رہی تھیں لیکن اس میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔



پروموٹوراز صحت کے میدان سے ہٹ کر بھی خواتین کے لیے بعض سرگرمیوں کا اہتمام کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔ جب ایک گاؤں کے مرد اسکول کی تعمیر مکمل نہ کر سکے تو عورتوں نے اپنی نسوانیت کو طاق میں رکھا، پہاڑ سے نیچے گئیں اور پیٹھ پر لکڑیاں لے کر واپس آئیں۔ انہوں نے اسکول کی تعمیر خود مکمل کی۔

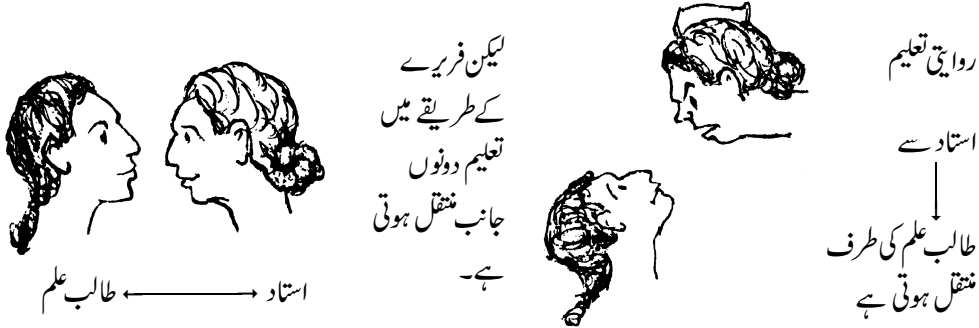
پروموٹوراز زرعی اصلاحات کے معاملے میں بھی فعال ہو گئی ہیں اور لوگوں کو منظم کر کے ان کے قانونی حقوق سے آگاہ کر رہی ہیں۔ ہنڈراس میں زمین کے بڑے قطعے ان افراد کے پاس ہیں جن کے پاس ابتدا میں چھوٹے پلاٹ تھے لیکن آہستہ آہستہ وہ اپنے جنگلے آگے بڑھاتے گئے اور زیادہ سے زیادہ زمین پر قبضہ کرتے گئے۔ (اس وجہ سے علاقے میں یہ مقولہ مشہور ہوا ہے کہ جنگلے کے کھمبے رات کو چلتے ہیں۔) اولانچو کے غریب کاشتکاروں نے اب اپنی غیر قانونی طور پر ہتھیائی ہوئی زمین واپس لینا شروع کر دی ہے۔ اگرچہ ابتدا میں کچھ تشدد کے واقعات ہوئے تاہم زیادہ تر غریب کاشتکار اپنی واپس لی گئی زمین اپنے پاس رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔

اولانچو کی پروموٹوراز نے طویل مدت نقطہ نگاہ سے اپنے لوگوں کی صحت و تندرستی کے لیے جتنا کام کیا ہے وہ بڑے بڑے بجٹ اور حکومت کی سرپرستی رکھنے والے صحت پروگراموں سے کہیں زیادہ ہے۔ پروموٹوراز کی کامیابی کی وجہ اپنی ساتھی خواتین میں یہ احساس پیدا کرنے کی اہلیت ہے کہ وہ اپنے مسائل کے اصل اسباب کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

شعور میں اضافے اور برین واشنگ کے درمیان فرق

صحت و ترقی کے بیشتر ماہرین اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ 'لوگوں' (جس سے ان کی مراد غریب ہوتے ہیں) کا رویہ اور برتاؤ تبدیل کیا جائے۔ شاید انہیں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ امیروں یعنی بااختیار افراد کا رویہ اور برتاؤ تبدیل کرنا بھی لوگوں کی صحت کے لیے اتنا ہی ضروری ہے (دیکھیں صفحہ 1-29)۔

ناقدانہ آگاہی کے بارے میں فریرے کی سوچ تازہ ہے کیونکہ کم از کم نظریے کی حد تک، اس میں یہ پہلو نہیں ہے کہ 'علم رکھنے والے' افراد کے خیالات اور رویے ان لوگوں پر جن کا رویہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، تھوپے جائیں۔

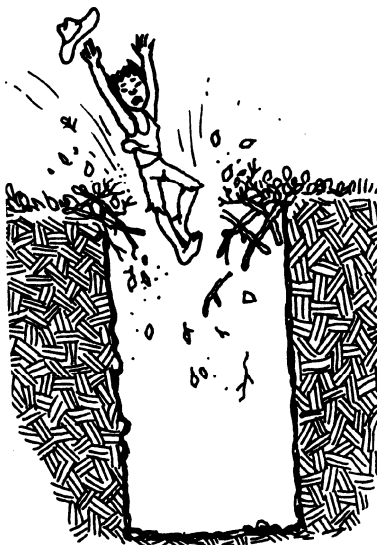


فریرے کے طریقے میں تعلیمی عمل کھلا اور مہم جو یا نہ ہے۔ معلومات منتقل کرنا اتنا اہم نہیں سمجھا جاتا جتنا سیکھنے والے کے اپنے مشاہدات اور تجربات کو یکجا کرنا سمجھا جاتا ہے۔ لیڈر اپنے خیالات اور نتائج گروپ پر تھوپنے کی کوشش نہیں کرتا۔ سیکھنے کا عمل مل جل کر جواب تلاش کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔

بڑی حد تک سیکھنے کا طریقہ ہی یہ تعین کرتا ہے کہ کیا سیکھا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ...

طریقہ ہی پیغام ہے۔

کم از کم نظریہ یہی ہے۔ بد قسمتی سے عملاً "شعور میں اضافہ" کا راستہ تضادات اور اندیکھی کھائیوں سے بچا پڑا ہے۔



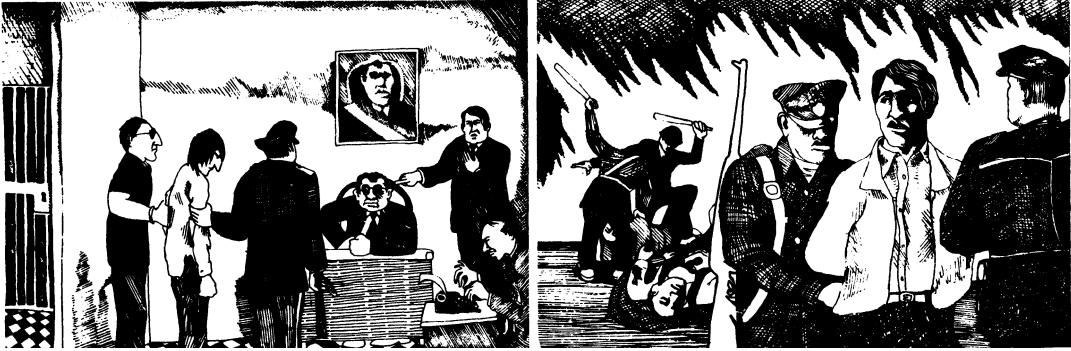
غیر متوقع رکاوٹ، ایک گڑھے کی طرح ہے

فریرے خود اس پر زور دیتا ہے کہ بحث کے لیڈر کے لیے ایسے سوالات پوچھنا ضروری ہے جن کے جوابات پہلے سے تیار نہ ہوں۔ لیڈر کو اس بات کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ گروپ ایسے جوابات اور خیالات پیش کرے گا جو اس کی توقع سے بالکل مختلف ہوں گے۔ اسے گروپ سے سیکھنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، نہ صرف ان کے کلچر کے بارے میں بلکہ اپنے کلچر اور اپنی ذات کے بارے میں بھی۔ اسے بھی معاملات کو نئے انداز میں دیکھنے کے لیے تیار ہونا چاہیے تاکہ تبدیلی لائی جاسکے۔

لیکن یہ تمام باتیں کہنا آسان ہے کرنا مشکل۔ تمام ترینک نیٹی کے باوجود ہم میں سے جو لوگ فریے کے طریقے کو پسند کرتے ہیں اکثر خود سخت خیالات رکھتے ہیں۔ ہم دنیا کو ایک خاص انداز میں دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی اسی طرح دیکھیں۔ اکثر و بیشتر ہماری ذات میں گہرے تضادات موجود ہوتے ہیں جو ہم نے کبھی حل نہیں کیے ہوتے۔ مثال کے طور پر ہو سکتا ہے ہم اس بات کو مانتے ہوں کہ ہر فرد کو اپنا سچ خود تلاش کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود ہم اپنے خیالات دوسرے پر تھوپنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم شعور میں اضافے کے عمل کا استعمال کرتے ہیں اور اکثر غلط استعمال کرتے ہیں۔

آگاہی میں اضافے کے مشہور اساتذہ کی قیادت اور تحریروں میں بھی پوچھے گئے سوالات کے اکثر طے شدہ جوابات ہوتے ہیں۔ آئیے اس باب میں بطور مثال دیے گئے کچھ سوالات کا دوبارہ جائزہ لیں۔ آپ دیکھیں گے کہ سوال پوچھنے والوں کی رائے اور سیاسی خیالات، سوالات کے اندر سمائے ہوئے ہوتے ہیں۔ (ہم، اس کتاب کے مصنفین، بھی اکثر خود اسی جال میں پھنس جاتے ہیں۔)

سوالات کی طرح تصویروں میں بھی سیاسی معانی چھپے ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہو سکتا ہے کہ نیشنل اہال کو بیوٹل کا کوئی خواندگی کے لیے کام کرنے والا کارکن، نیچے دکھائی گئی دو تصویریں اٹھائے اور صرف یہ پوچھے ”آپ کو کیا نظر آ رہا ہے؟“ لیکن تصویریں خود لیڈر کے اپنے نقطہ نظر کو واضح کر دیتی ہیں۔



ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ان تصویروں میں دکھائے گئے واقعات نہیں ہوتے۔ نیشنل اہال کو بیوٹل میں ایسے واقعات کثرت سے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تصویریں ایک شدید یکطرفہ سیاسی بیان پیش کرتی ہیں۔ اس قسم کی تصویریں لوگوں کے ذہن سے خیال برآمد کرنے کی بجائے خیالات داخل کرتی ہیں۔ سیکھنے والے گروپ کے ارکان کے ذہن میں لیڈر کے سماجی اور سیاسی عقائد جاگزیں ہو جاتے ہیں۔



یہ خیالات سچے ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر لوگوں میں چیزوں کو دیکھنے کا ایک ناقدانہ اور آزاد انداز پیدا کرنا ہے تو ہمیں انہیں موقع دینا ہوگا کہ خود نتائج تک پہنچیں اور اپنے خیالات سوچیں، ہمارے نہیں!

عقیدے یا نظریے کی تبلیغ لوگوں کے ذہنوں میں خیالات ٹھونسنے کی طرح ہے۔

گروپ لیڈر کے لیے چیلنج یہ ہے کہ لوگوں کو خود مشاہدہ کرنے اور اپنے جوابات تک خود پہنچنے میں مدد دے۔

جیسا کہ ہم نے نشاندہی کی، بحث کی رہنمائی کرتے ہوئے ہم کتنے ہی خلوص سے چاہیں کہ اپنے خیالات نہ تھوپیں، ایسا اکثر ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال شمال مشرقی برازیل کے ایک غذائی پروگرام میں فریرے کے طریقے استعمال کرنے کی معروف کوشش ہے۔ پروجیکٹ لیڈر اس طریقے سے بخوبی واقف تھی اور اس نے اپنی پروجیکٹ رپورٹ * میں فریرے کی تحریروں کا بہت اچھا خلاصہ دیا۔ لیکن ہم میں سے بہت سے افراد کی طرح جب اس نے عمل کے میدان میں ان طریقوں پر چلنے کی کوشش کی تو اپنے خیالات، مشاہدات اور نتائج لوگوں کے منہ میں ڈالنے کے جال میں پھنس گئی۔ ذیل میں ٹیپ پر ریکارڈ کیے ہوئے اس کے مکالموں میں سے اقتباس دیا گیا ہے:

لیڈر: آپ... علاقائی باغیچے لگانے کے بارے میں ریڈیو پروگرام... سن رہے تھے... ہے نا؟
لوگ: ہاں، صحیح ہے۔

لیڈر: بچوں اور بڑوں کو مضبوط بنانے کے لیے، ہے نا؟

لوگ: ہاں، انہوں نے یہی کہا۔

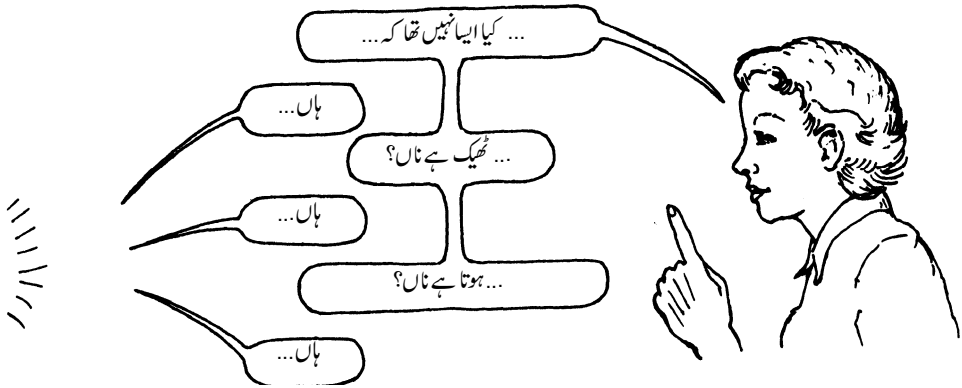
لیڈر: کیا آپ نے مل جل کر کبھی پودے لگائے ہیں؟

لوگ: ہاں، ہم نے پچھلے سال مل کر چاول کاشت کیے تھے۔

لیڈر: جب کوئی مقامی آبادی مل جل کر کوئی کام کرتی ہے، کوئی مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرتی ہے تو کیا اس سے ہر ایک کو فائدہ نہیں ہوتا؟

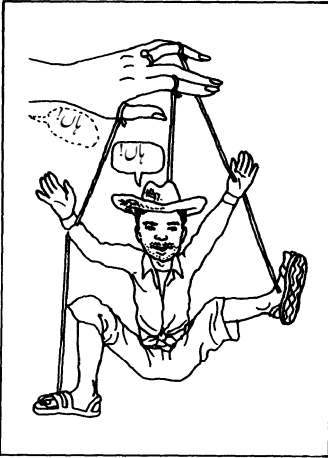
لوگ: ہاں، مل جل کر کام کرنا اچھی بات ہے...

غور کریں کہ اس مکالمے میں کوئی خیال گروپ کی طرف سے نہیں آیا۔ انہوں نے صرف ایک بات بتائی: کہ انہوں نے مل کر چاول کاشت کیا تھا۔ بقیہ تمام معلومات اور خیالات لیڈر کی طرف سے آئے۔ اگرچہ لیڈر نے صرف سوالات کیے لیکن لوگوں کو یہ اشارے ملتے رہے کہ انہیں کیا جواب دینا ہے۔



اس طرح تین مختلف دیہات کے گروپوں کو ایک ایسے مکالمے سے گزارا گیا جو بڑی حد تک پہلے سے طے شدہ تھا۔ چنانچہ اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ تینوں دیہات نے ایک ہی غذائی منصوبہ بنایا: (1) بچوں کا معائنہ کرنا تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن بچوں کو خصوصی دیکھ بھال کی ضرورت ہے، اور (2) ہر دس مکانات یا کنبنوں کے لیے 'صحت کے رابطہ کار' منتخب کرنا۔

لیکن یہ خیالات اور منصوبے کس کے تھے؟



جب کسی شخص کو خود فیصلہ کرنا ہو اور آپ اس کے فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں تو یہ کارستانی ہے

غذائی منصوبہ بلاشبہ گروپ لیڈر کی تخلیق تھا، لوگوں کی نہیں۔ انہی منصوبوں کی طرح جو بیرونی ماہرین تیار کرتے ہیں، یہ منصوبہ بھی اس طرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے ان چیزوں کے بارے میں معلومات اکٹھی جائیں جو زیادہ تر مقامی لوگ پہلے سے جانتے ہیں۔ تاہم منصوبے کے خیالات مسلسل لوگوں کے منہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں گروہی مکالمہ لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا گیا کہ لیڈر کے خیالات ان کے اپنے خیالات ہیں۔ اگرچہ لیڈر فریرے کے طریقوں کا بہت احترام کرتی تھی تاہم ان پر عمل کرتے وقت اس کا پیغام، طریقے پر غالب آگیا۔

اس برازیلی پروجیکٹ کی لیڈر کے ساتھ ناانصافی ہوگی اگر یہ نہ کہا جائے کہ زیادہ تر مکالموں میں یہاں دیے گئے اقتباس سے زیادہ کھلا پن تھا۔ ان میں سے کچھ مکالموں کے نتیجے میں لوگوں کی حقیقی شرکت ممکن ہوئی اور بعض اوقات لوگوں نے غیر متوقع خیالات بھی ظاہر کیے۔ مثال کے طور پر لیڈر جو غذائی منصوبہ پیش کرنے کی کوشش کر رہی تھی اس پر ایک نوجوان باپ نے غصے میں کہا:



”آپ کہتی ہیں کہ آپ ہمارے بچوں کا معائنہ کر کے بتائیں گی کہ کون سے بچے کمزور ہیں۔ آپ سمجھتی ہیں ہمیں پتہ نہیں؟... تو آپ ہمیں یہ بتائیں گی کہ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ ہم چچلائی دھوپ میں دن بھر کا سفر کر کے الکانٹرا پہنچیں گے۔ اگر بچہ زندہ رہا تو ہم کلینک میں قطار کے آخر میں لگ کر ڈاکٹر کو دکھائیں گے۔ تو وہ کیا کرے گا؟ وہ ہمیں ایک پرچی تھما دے گا اور کہے گا کہ فلاں فلاں دوائیں خرید لو۔ یہ دوائیں خریدنے کے لیے رقم کون دے گا؟ کیا آپ یہ دوائیں خریدیں گی؟“



اگر ہم خود اپنا خیال نہیں رکھتے تو کوئی نہیں رکھے گا!

غصے سے بھری یہ تقریر جو بالکل غیر متوقع اور شاید لیڈر کے لیے پریشان کن تھی ایک سچ کے دو طرفہ مکالمے کا نقطہ آغاز بن گئی۔ اس مقام پر لوگوں نے واقعی اپنے سماجی حقائق کو ناقدانہ نظر سے دیکھا بلکہ ایک بیرونی فرد کے غذائی منصوبے کے خلاف، جسے وہ ناموزوں سمجھتے تھے، بولنے کی جرأت بھی کی۔

جب لوگوں کا اس حقیقت سے سامنا ہوا کہ ”اگر ہم خود اپنا خیال نہیں رکھتے تو کوئی نہیں رکھے گا“ تو وہ نئے امکانات ڈھونڈنے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں یہ احساس ہونے لگا کہ اگر وہ مل جل کے کام کریں گے اور اپنے بچوں کی غذائی ضروریات کے بارے میں مزید جانیں گے تو بہت سے بچوں کو کمزور اور بیمار ہونے سے بچا سکیں گے۔ اس طرح آخر کار لیڈر کے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے باوجود بحث سے کم سے کم کسی حد سے آگاہی میں اضافہ کرنے کا مقصد پورا ہوا۔

مختصر یہ کہ برازیل کے اس علاقائی غذائی پروجیکٹ کی کمزوریاں اور خوبیاں دونوں تھیں۔ گروپ لیڈر خود بیشتر مسائل کا اعتراف کرتی ہے۔ اس کا بیان ہے ”بعد میں جب میں نے ٹیپ سنے تو اپنی غلطیاں نوٹ کیں جو اکثر بھیا نک تھیں۔“
ہم سب میں یہ جرأت ہونی چاہیے کہ اعتراف کریں اور اپنی غلطیوں سے سیکھیں!

* یہ تنقید لکھنے کے بعد ہم نے تھریس ڈرمنڈ سے اس پر بات چیت کی۔ اس نے ہم سے اتفاق کیا اور اس بات پر پریشانی ظاہر کی کہ اس کی رپورٹ کو بہت سے پروگراموں میں بطور ماڈل استعمال کیا جا رہا ہے۔ تاہم اس کی رپورٹ ناقدانہ شعور کے عمل کے امکانات اور خطرات کا تنقیدی جائزہ لینے کے لیے بحث شروع کرنے کا بہترین محرک ثابت ہو سکتی ہے۔

شعور میں اضافے اور برین واشنگ کے درمیان فرق:

شعور میں اضافے کے عمل میں ہم دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ کسی مسئلے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیں اور اپنے طور پر نتائج اخذ کریں۔ برین واشنگ میں ہم دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ صرف ہمارے موقف کو دیکھیں اور انہی نتائج پر پہنچیں جن کے ہم قائل ہیں۔

ہم میں وہ تمام افراد، جو بحث کے لیڈر رہے ہیں اور آگاہی میں اضافے کا عمل انجام دے چکے ہیں کسی حد تک برین واشنگ کے مجرم ہیں۔ ہم سب کو اس کا اعتراف کرنا چاہیے اور اپنے طلبہ کو خبردار کرنا چاہیے کہ ہماری کبھی ہوئی ہر بات کو بلاچوں و چرا تسلیم نہ کریں۔

گروہی مکالمے کی رہنمائی کرتے وقت برین واشنگ سے بچنے کے لیے مشورے:

- ایسے سوالات پوچھیں جو صحیح معنوں میں کھلے ہوں اور جن سے گروپ کو یہ نہ معلوم ہو کہ آپ کس جواب کو ترجیح دیں گے یا توقع کریں گے۔
- بحث کا آغاز کرنے کے لیے وہ الفاظ، تصویریں اور چیزیں استعمال کریں جو جانی پہچانی ہوں اور جن سے خیالات کو تحریک ملے۔ لیکن متعلقہ سماجی اور سیاسی مسائل گروپ کے لیے چھوڑ دیں اور گروپ اپنے تجربات کی مدد سے ان کے بارے میں بات کرے۔ ایسی تصویریاں یا کہانیاں استعمال نہ کریں جو یکطرفہ ہوں اور جن میں ہر چیز بالکل واضح ہوں۔ (صفحہ 26-26 پر دی گئی پرندے کی تصویر کا صفحہ 31-26 کی پولیس تھانے کی تصویروں سے موازنہ کریں۔)
- جہاں تک ممکن ہو اپنی رائے اور خیالات بیان کرنے سے گریز کریں۔ لیکن جب بیان کریں تو واضح کر دیں کہ یہ آپ کے خیالات ہیں۔ اپنے خیالات دوسرے لوگوں کے منہ میں ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔
- تیار رہیں کہ بحث ان سمتوں میں بھی جاسکتی ہے جس کے بارے میں آپ نے سوچا بھی نہیں تھا۔ گروپ کی رائے اور نتائج کو قبول کرنے کو تیار رہیں چاہے آپ ان سے اتفاق نہ کرتے ہوں۔
- اپنے خیالات دوسروں پر تھوپنے کے اپنے رجحان سے گروپ کو خبردار کریں۔ انہیں اپنی کبھی ہوئی ہر بات پر شک کرنے اور سوال کرنے کی ترغیب دیں۔
- تنقید اور اختلاف کا خیر مقدم کریں۔ اپنے خیالات پر مخلصانہ تنقید کو کامیاب قیادت کی علامت سمجھیں۔
- آسان زبان استعمال کریں۔ وہی الفاظ استعمال کریں جو لوگ اپنے تجربات کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ صحت عامہ، سماجی سائنس اور بائیں بازو کی سیاست کی مخصوص زبان اور فرسودہ اصطلاحات سے جہاں تک ہو سکے گریز کریں۔ اس کے علاوہ شعور میں اضافے کی غیر معمولی اور ناقابل فہم اصطلاح سے بھی گریز کریں (اگلا صفحہ دیکھیں)۔ کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کریں جو آپ ان لوگوں کو واضح اور فوری طور پر نہیں سمجھا سکتے جن سے بات کر رہے ہیں۔ اس بات پر اصرار کریں کہ جب بھی آپ کوئی ایسا لفظ یا فقرہ استعمال کریں جو ان کی سمجھ میں نہ آئے تو فوراً ٹوکیں۔



اور فرسودہ اصطلاحات سے جہاں تک ہو سکے گریز کریں۔ اس کے علاوہ شعور میں اضافے کی غیر معمولی اور ناقابل فہم اصطلاح سے بھی گریز کریں (اگلا صفحہ دیکھیں)۔ کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کریں جو آپ ان لوگوں کو واضح اور فوری طور پر نہیں سمجھا سکتے جن سے بات کر رہے ہیں۔ اس بات پر اصرار کریں کہ جب بھی آپ کوئی ایسا لفظ یا فقرہ استعمال کریں جو ان کی سمجھ میں نہ آئے تو فوراً ٹوکیں۔

’ناقدانہ شعور‘ کی مخصوص زبان - مفید شے یا جال؟



ناقدانہ آگاہی کی تعلیم کے لیے ضروری ہے کہ افراد کے درمیان برابری کی سطح پر واضح ابلاغ ہو۔ لیکن اس میدان میں ایسی زبان استعمال ہونے لگی ہے جو بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔

طریقہ کار اور زبان کے درمیان یہ تضاد خود پاؤلو فریرے سے شروع ہوتا ہے۔

افریقہ کے ایک مایوس صحت کارکن، جس نے حال ہی میں فریرے کی ’مظلوموں کا

طریقہ تعلیم‘ پڑھنے کی کوشش کی تھی احتجاجاً کہا تھا ’’اتنے واضح طور پر سوچنے والا شخص اتنی خراب تحریر کیسے لکھ سکتا ہے۔‘‘

بد قسمتی سے فریرے کے تصورات کے گرد جو زبان گھومتی ہے وہ محدود سہی تعلیم رکھنے والے بیشتر علاقائی رہنماؤں کو فریرے کے

طریقے سیکھنے اور استعمال کرنے سے روکتی ہے۔ اس سے ایک قسم کا ’پراسرار سا فرقہ‘ پیدا ہو گیا ہے جو آپس میں ’ڈی ہیومنائزیشن‘

’تھمبیک یونیورس‘ ’دنیا کو بدلنے‘ اور ’حریت‘ جیسی اصطلاحات استعمال کرتا ہے جو دوسرے نہیں سمجھ پاتے۔

’مظلوموں کا طریقہ تعلیم‘ میں فریرے بیان کرتا ہے کہ ’ان مباحث میں بیشتر شرکا بہت خوشی اور اعتماد سے دعویٰ کرتے

ہیں کہ انہیں کوئی نئی چیز نہیں بتائی جا رہی ہے، صرف یاد دلائی جا رہی ہے...‘ وہ یہ مثال دیتا ہے:

’’میں جانتا ہوں کہ میں کچھڑ ہوں‘ ایک بوڑھے کسان نے پر زور لہجے میں کہا۔ جب اس

سے پوچھا گیا کہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ کچھڑ ہے تو اس نے اسی شدت سے کہا ’’کیونکہ

میں کام کرتا ہوں اور کام کر کے دنیا کو بدلتا ہوں۔‘‘



کچی بات یہ ہے کہ اگر بوڑھے کسان نے اپنی قدر و قیمت کے بارے میں اپنے احساسات کا اظہار فریرے کے لفظوں کی بجائے

اپنے لفظوں میں کیا ہوتا تو ہم اس کے اس دعوے کے قائل ہوتے کہ اسے صرف یاد دلا یا گیا ہے۔ ناقدانہ شعور کا مقصد کسانوں کو رٹو

طوطے بنانا نہیں ہے!

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ کار کے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ پیروکار بھی رٹو طوطے بن چکے ہیں۔ ہم نے ایسے اساتذہ دیکھے

ہیں جو گاؤں کے گروپوں کے ساتھ ابلاغ میں مکمل طور پر ناکام رہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ انہیں لوگوں کو اپنے حالات اپنے الفاظ میں بیان

کرنے میں مدد دینے کی بجائے ’کچھڑ کی دنیا‘ جیسے تصورات سمجھانے کی زیادہ فکر تھی۔

مثال کے طور پر ایک استاد نے ایک یونیورسٹی کے پہاڑی انڈیز کی ’شعور کی سطح‘ پر ایک تحقیق کی۔ اس نے ان سے ایک سوال یہ پوچھا

’تمہاری زندگی میں اس وقت سب سے زیادہ ’ڈی ہیومنائزنگ مسائل کیا ہیں؟‘ اس نے بتایا کہ جو افراد آگاہی کی ’جادوئی‘ سطح پر تھے

انہوں نے ’مسئلے سے انکار‘ کیا یعنی یا تو انہوں نے کچھ نہیں کہا یا اس بات سے انکار کیا کہ انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ شاید استاد نے یہ

نہیں سوچا کہ ہو سکتا ہے لوگ ’ڈی ہیومنائزیشن‘ کا تصور سمجھے ہی نہ ہوں۔ یا اگر سمجھے ہوں تو انہیں یہ بات پسند نہ آئی ہو کہ یہ تصور ان پر

لاگو کیا جائے۔ ’مسئلے سے انکار‘ کسی حد تک ابلاغ کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ یا اس مثال میں جائز عدم اعتماد کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔

بہر حال اساتذہ کے اپنی ’پراسرار زبان‘ لوگوں پر تھوپنے کے رجحان سے شعور میں اضافے اور برین واشنگ کے درمیان فرق مزید

مہم ہو گیا ہے۔ فریرے کے طریقے استعمال کرنے والے ہر فرد کو ان کا تنقیدی جائزہ لینا چاہیے۔ فریرے کی دانشمندی سے سیکھیں لیکن اس

کی زبان سے گریز کریں، اسی میں سب کا بھلا ہے!

دیہی سطح پر استحصال کا مقابلہ کرنا



چھوٹے گاؤں یا علاقے کے لوگوں کے لیے قومی یا بین الاقوامی سطح پر سماجی تبدیلی کے لیے کام کرنا مشکل ہوگا۔ جو زیادتیاں یا ناانصافیاں باہر سے آرہی ہیں ان کے خلاف احتجاج یا مزاحمت پریشان کن اور بعض اوقات خطرناک ہو سکتی ہے۔ 'بیرونی' قوتیں اتنی بڑی ہیں اور ان سے مقابلہ کرنا اتنا مشکل ہے کہ یہ بھی پینہ نہیں ہوتا کہ کہاں سے ابتدا کی جائے۔

تاہم بیشتر دیہات یا مقامی آبادیوں میں غریب ترین یا کمزور ترین طبقات کے استحصال کی شکلیں موجود ہیں جو اہم اور بعض اوقات تباہ کن ہیں۔ صحت کارکن، صحت کمیٹی یا کوئی اور مقامی گروپ لوگوں کو ان میں سے کچھ مسائل کے لیے مل کر کام کرنے یا ان پر قابو پانے میں مدد دے سکتا ہے۔ باہر کے بڑے بڑے مسائل سے نمٹنے سے پہلے اپنی مقامی آبادی میں ناانصافیوں کا مقابلہ کرنا اکثر زیادہ معقول طرز عمل ہوتا ہے۔ پہلے گاؤں کے کمینوں کے گروپ اور پھر دیہات کے گروپ غریبوں کو اپنی صحت اور زندگی پر اختیار دلانے کے کام سے آغاز کر سکتے ہیں۔ سماجی ارتقا (بتدریج تبدیلی) کا عمل شروع ہوتا ہے جو سماجی انقلاب (پورے معاشرے کا ڈھانچہ مکمل طور پر بدل جانا) کا راستہ ہموار کر سکتا ہے۔

دیہی سطح پر استحصال کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی سادہ فارمولے یا ہدایات نہیں ہیں۔ یہ کام کبھی آسان نہیں ہوتا اور کبھی کبھار ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ ہر مقامی گروپ کو اپنا منصوبہ عمل (ایکشن پلان) خود بنانا چاہیے۔

اس کتاب میں ہم نے ایسی مثالیں دی ہیں جن میں دیہات کے کمینوں کے گروپوں نے اپنی صحت و عافیت کے لیے خطرہ بننے والے استحصال کا مقابلہ کرنے کے لیے آپس میں اتحاد کیا۔ بعض اوقات مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ غریب لوگ متحد ہو کر اپنی تعداد کی بنا پر طاقتور بن جائیں اور حقوق کا مطالبہ کریں۔ بعض اوقات ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے ملک کے قوانین کی آگاہی حاصل کرنے میں مدد دی جائے۔ اس کے بعد وہ منظم ہو کر یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ آئندہ قانون شکنی کر کے غریبوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

بھارت کی ایک مثال*



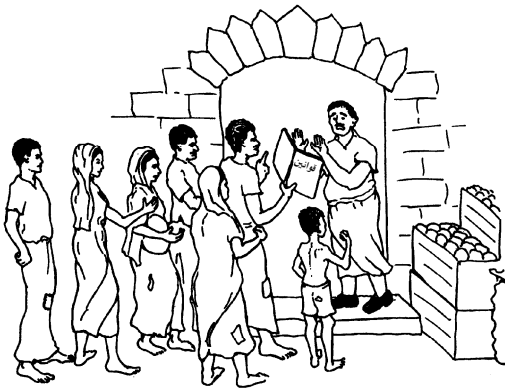
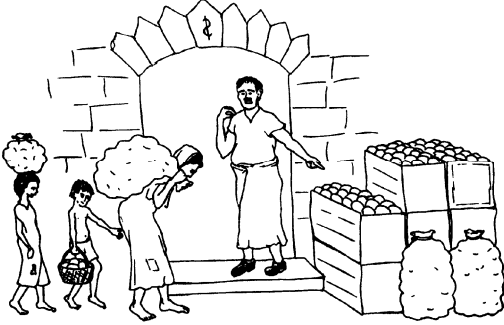
”30 قبائلی دیہات کے ایک گروپ میں بہت سے کنہوں کے آم کے بیڑ ساہوکاروں کے پاس رہن رکھے ہوئے تھے۔ برسوں پہلے انہوں نے گزارے یا اپنی بیٹی بیٹا کی شادی کے لیے قرضے لیے تھے۔ ایک بیوہ نے 12 سال پہلے 20 روپے کے قرضے کے عوض دو درخت رہن رکھوائے تھے۔ کچھ افراد 10 یا اس سے زائد درختوں پر سے پھل اتارنے کے حق سے محروم ہو گئے تھے۔ سودا دار کرنے کی بجائے ان افراد کو اپنے بیڑوں کے پھل ساہوکار کے گھر پر لاکر دینے ہوتے تھے۔

ایک سال پہلے مخلص رضا کاروں کا ایک گروپ ان لوگوں کے پاس رہنے کے لیے آیا۔ ان کی سوچ بڑی حقیقت پسندانہ تھی چنانچہ انہوں نے آگاہی حاصل کرنے، سیکھنے، منصوبہ سازی اور اقدام کرنے کے عمل کے ذریعے ان کی مدد کی جس سے وہ اس ظالمانہ پابندی سے چھٹکارا پانے میں کامیاب ہو گئے۔ شعور میں اضافے کے اس عمل سے انہیں یہ جاننے میں مدد ملی کہ ان تمام برسوں میں وہ 100 سے 300 فیصد تک سودا دار کر چکے ہیں!

* یہ مثال اس کتاب سے لی گئی ہے: ”دیہی غریبوں سے قربت“ از موبائل اور نیٹیشن اینڈ ٹریڈنگ ٹیم، انڈین سوشل انسٹی ٹیوٹ، لوڈی روڈ، نئی دہلی 110003، بھارت۔

انہیں پتہ چلا کہ ایسے قوانین موجود ہیں جن کے تحت اس طرح قرض دینا غیر قانونی ہے۔ رضا کار ٹیم کے ذریعے لوگ اپنے درختوں کے حقوق واپس لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس عمل کے ذریعے لوگوں نے ملکیت کے ڈھانچے میں ایک چھوٹی سی تبدیلی پیدا کی جو ان کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی۔ اس اقدام سے اختیار و طاقت کا مقامی ڈھانچہ بھی کچھ کمزور ہو گیا اور لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ انہیں اپنی تنظیمی قوت کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔“

اس طرح کی کامیابی کی کہانیاں تدریس میں بہت فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ صحت کارکن ان کی مدد سے دیہات کے مکینوں کو اپنے حالات کا جائزہ لینے کی ترغیب اور قدم اٹھانے کی ہمت دلا سکتے ہیں۔ صحت کارکن اپنے گاؤں میں کسی گروپ کو کہانی سنا سکتا ہے یا کوئی گروپ سماجی ڈرامے یا کسانوں کے تھیٹر کی شکل میں پورے گاؤں کے سامنے کہانی پیش کر سکتا ہے۔



اگر بھارت کی یہ کہانی کسی گروپ کو سنائی جائے تو اس طرح کی تصویریں اس میں مزید جان ڈال دیں گی۔ یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ کہانی سننے کے بعد تصویریں بحث شروع کرنے کے لیے استعمال کی جائیں۔

پروگراموں کے درمیان خیالات اور تجربوں کا اشتراک

نزدیک اور دور کے صحت پروگراموں کے درمیان بڑھتے ہوئے ابلاغ سے خیالات اور تجربوں میں مفید اشتراک پیدا ہوا ہے۔ یہاں ایک مثال دی جا رہی ہے کہ اجویا، میکسیکو کی صحت ٹیم نے کس طرح اس کتاب کی ایک کہانی کے ذریعے کسی اور علاقے کے صحت کارکنوں کو ایک مقامی مسئلہ حل کرنے میں مدد دی:

میکسیکو کے علاقے ہاچی میناس کے صحت کارکنوں نے اجویا میں تربیتی طریقوں کے تعلیمی تبادلے میں حصہ لیا۔ دیگر ملکوں کے صحت کارکنوں کے ساتھ انہوں نے لوئیس کی کہانی پڑھی اور اس کی موت تک جانے والے اسباب کے سلسلے کا تجزیہ کیا (دیکھیں صفحہ 3-26 تا 7-26)۔



ہاچی میناس واپسی کے چند ہفتے بعد ایک چھوٹا بہت دبلا بچہ دستوں سے مر گیا۔ گاؤں میں سب کو تشویش تھی کیونکہ بچہ کافی عرصے سے بیمار تھا اور کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر سکا تھا۔

صحت کارکنوں نے ایک اجلاس بلایا اور گاؤں کے لوگوں کو بچے کی موت کی طرف لے جانے والے اسباب کے سلسلے کا تجزیہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کسی ایک سبب پر توجہ مرکوز کریں جو وہ خود دور کر سکتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بچے کی موت کا بڑا سبب غذا کی کمی تھی۔ لیکن ہر ایک نے اس بات سے اتفاق کیا کہ زیادہ بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مرد اپنی اجرت اپنے گھروالوں کے لیے مزید غذا خریدنے کی بجائے شراب خریدنے میں خرچ کرتے ہیں۔

ہاچی میناس کے لوگوں نے آس پاس کی مقامی آبادیوں میں جانا شروع کیا اور شراب سے پیدا ہونے والے مسائل کے بارے میں لوگوں سے بات چیت کی۔ آخر انہیں اتنے لوگوں کی حمایت حاصل ہو گئی کہ کسانوں کی کونسل (مختلف دیہات کے نمائندوں) نے علاقے میں شراب لائے جانے کے خلاف کارروائی کی۔ آج اگرچہ شراب تھوڑی بہت مقدار میں اب بھی آرہی ہے لیکن شراب نوشی ناقص غذائیت کا اس حد تک باعث نہیں بن رہی جیسے پہلے بن رہی تھی۔

مختلف دیہات یا مقامی آبادیوں یا پروگراموں کے درمیان تجربات کی شراکت کی اہمیت نظر انداز نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے لوگوں کو اپنے مسائل کو نئے انداز میں دیکھنے کا موقع ملتا ہے اور تعمیری اقدام کے لیے نئے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس سے لوگوں میں یہ احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مسائل دنیا کے بیشتر علاقوں میں دوسرے دیہات اور مقامی آبادیوں کے غریب افراد سے کس قدر ملتے جلتے ہیں۔ جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے بھی اپنے مسائل حل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور بعض اوقات کامیاب ہو رہے ہیں تو ان میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

قاری سے درخواست

ہمیں امید ہے کہ آپ ہمیں اپنے علاقے کے دیہات اور صحت کارکنوں کی ان کوششوں کی مثالیں بھیجیں گے جو انہوں نے لوگوں کی صحت کو متاثر کرنے والے دشوار سماجی مسائل پر قابو پانے کے لیے کیں۔ ہم چاہیں گے کہ اس طرح کی کہانیوں کا ایک مجموعہ تیار ہو جائے تاکہ ہر ایک دوسروں کے تجربات سے سیکھ سکے اور خیالات سے آگاہ ہو سکے۔